پنجاب اسمبلی کا
تاریخی کارنامہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد ۳۹ | ۹ تا ۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق یکم تا ۷ جولائی ۲۰۲۰ء | شمارہ ۲۵

سندھ اسمبلی کی ختم نبوت سے متعلق قرارداد

ایک تاریخی پیش رفت

شعائر اسلام
اور قادیانی

نسبت قائم رہے!

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

قربانی کا جانور خریدتے وقت نیت کرنا

س:......ایک شخص قربانی کے لئے جانور خریدے اور خریدتے وقت اس کی نیت ہو کہ میں اس میں دوسرے لوگوں کو بھی شریک کروں گا تو کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تھی تو کیا حکم ہے؟ کیا اب وہ کسی دوسرے کو شریک کرسکتا ہے یا نہیں؟

ج:......اگر کسی نے قربانی کے لئے گائے خریدی اور خریدتے وقت ہی اس کی نیت تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس میں شریک کرے گا اور بعد میں اس نے دوسروں کا حصہ رکھ لیا تو یہ درست ہے، لیکن اگر گائے خریدتے وقت دوسروں کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت تھی، لیکن اب دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ کیا اس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اس صورت میں دوسروں کو بھی شریک کرسکتا ہے، مگر بہتر نہیں ہے اور اگر اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو دوسروں کو شریک کرنا درست نہیں ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

س:......کیا گھر کے بڑے اگر اپنی واجب قربانی کرلیں تو گھر کے دیگر افراد کو قربانی کی ضرورت نہیں رہتی؟ یا پورے گھر کے تمام عاقل بالغ مرد و عورت کو قربانی کرنا ضروری ہے؟

ج:......بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں ایک قربانی ہوجانا کافی ہے، اس لئے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کبھی اپنی طرف سے کردی، کبھی بیوی کی طرف سے کردی، کبھی مرحوم والدین کی طرف سے کردی، حالانکہ گھر کے جتنے افراد پر قربانی واجب ہو ان میں سے ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔ مثلاً میاں، بیوی اگر دونوں صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کی طرف سے الگ الگ دو قربانیاں لازم ہیں اور ان کے بچوں میں سے جو بھی عاقل بالغ ہو خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں اگر صاحب نصاب ہوں یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر ان کے پاس ضرورت سے زائد کوئی بھی چیز موجود ہو تو ان کے ذمہ بھی قربانی واجب ہوگی اور ان کی طرف سے قربانی کرنا بھی لازم ہے۔

قربانی واجب ہونے کے باوجود اسے ترک کرنا

س:......اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب ہے، مگر اس کے پاس قربانی کرنے کے لئے رقم موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں وہ قربانی چھوڑ سکتا ہے؟

ج:......قربانی واجب ہے اور قربانی نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس لئے قربانی ضرور کی جائے، خواہ قرض لے کر کریں اور ضروری نہیں ہے کہ کوئی گائے یا بکرا ہی خریدا جائے بلکہ اگر کسی جگہ قربانی کے جانور میں کم قیمت پر کوئی حصہ مل جائے تو اس میں شامل ہو کر اپنے اس وجوب کو ادا کیا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے۔

واللّٰہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۹ ۹ تا ۱۵ رذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق یکم تا ۷ رجولائی ۲۰۲۰ء شمارہ:۲۵

اس شمارے میں!

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ کی رحلت	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
”بائبل سے قرآن تک“ جدید ایڈیشن (۲)	۸	مرسلہ: جناب خالد محمود
پنجاب اسمبلی کا تاریخی کارنامہ	۱۱	امت رپورٹ
حاجی بشیر احمد میمنؒ کا وصال	۱۳	جسٹس ذوالفقار احمد
نسبت قائم ہے!	۱۴	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
قومی اقلیتی کمیشن میں قادیانیوں کی نمائندگی کا معاملہ	۱۷	حضرت مولانا زاہد الراشدی
حاجی نعمت اللہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے	۱۹	مولانا عبدالعزیز لاشاری
سندھ اسمبلی کی ختم نبوت سے متعلق قرارداد	۲۰	مولانا محمد حنیف جالندھری
قادیانیوں کے سوالات کے جوابات (۲)	۲۲	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
شعائر اسلام اور قادیانی (۳)	۲۵	پروفیسر عبدالواحد سجاد

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

۲۰/رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۴/مئی ۲۰۲۰ء بروز جمعرات شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا بدرِ عالم میرٹھی نور اللہ مراقدہم کے شاگردِ رشید، اسلامی اکیڈمی مانچسٹر کے ڈائریکٹر، سٹی جامع مسجد برطانیہ کے بانی، جامعہ ملیہ لاہور کے مہتمم وبانی، رئیس المحققین، قدوۃ المناظرین، عقیدہ ختم نبوت کے محافظ وترجمان، عظمتِ صحابہؓ واہل بیتؓ کے پاسبان، عالمِ اسلام کے عظیم اسکالر، مناظرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ ۹۵ سال کی عمر گزار کر برطانیہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی.

آپ علم وعمل، ہمہ جہت وسعتِ مطالعہ اور فکر ونظر کی گہرائی، ذہانت وفطانت، قوتِ حافظہ، برجستہ وبرمحل متدلات میں اپنی نظیر آپ تھے۔ دینی فتنوں کی سرکوبی کا خاص ملکۂ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، جس سے اُمتِ مسلمہ کے مختلف افراد، حلقے اور طبقے ہمیشہ استفادہ کرتے رہے۔ اس بنا پر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم ثانی حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دورہ حدیث سے فراغت پانے والے طلبہ کو مقارنہ بین المذاہب پڑھانے کے لیے شعبان ورمضان میں جامعہ میں آپ کو مدعو کیا کرتے تھے اور آپ اپنے وسیع تر مطالعہ اور معلومات کی روشنی میں طلبہ کو اپنے علوم وتجربہ سے مستفید فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے ایک عرصہ تک تنظیمِ اہلِ سنت کے ترجمان پہلے سہ روزہ، پھر ہفت روزہ رسالہ ''دعوت'' میں بطور مدیر خدمات انجام دیں، جس سے اس رسالہ کو خوب مقبولیت اور ترقی ملی۔ اس رسالہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دار العلوم دیوبند کے اس وقت کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہٗ نے لکھا:

> ''قدر الشہادۃ قدر الشہود '' عربی مشہور ضرب المثل ہے، کسی تصنیف وتالیف کی عظمت اور خوبی اس کے مؤلف کی عظمت وشخصیت سے جانی جاسکتی ہے۔ ''دعوت'' کی تالیف اور سنجیدہ علمی مضامین کی عظمت ومقبولیت کے لیے یہ کافی ہے کہ فاضل محترم علامہ خالد محمود صاحب کا اسم گرامی لے لیا جائے، جو اس کی سرپرستی اور نگرانی کا مبارک کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اس پرچہ کے اصلاحی اور محققانہ مضامین خود ہی اس کی خوبی کی ضمانت ہیں۔ ''دعوت'' اسم با مسمّٰی ہے، اس کے علمی اور دینی مضامین حقیقی معنی میں اسلام اور دین کی دعوت میں اس دورِ پرفتن میں اسلام کی صحیح اور معتدل آواز الحمد للہ! اس پرچہ کے ذریعہ سے بلند ہورہی ہے۔''
>
> (عبقات، جلد اول، ص:۲۱، ط: دار المعارف، اردو بازار، لاہور)

اور اسی ہفت روزہ ''دعوت'' کے تحت آپ کی ادارت اور نگرانی میں رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نمبر ۱۹۶۲ء، صدیق اکبرؓ نمبر ۱۹۶۲ء، فاروق اعظمؓ نمبر ۱۹۶۲ء، عثمان غنیؓ نمبر ۱۹۶۳ء، علی المرتضیٰؓ نمبر، خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) نمبر وغیرہ نکالے گئے، جنہوں نے اپنے وقت میں خوب داد سمیٹی۔ حضرت مولانا اللہ وسایا

صاحب حفظہ اللہ کے بقول: ’’ایک زمانہ تھا کہ ملک کی کسی جماعت ومدرسہ کے جلسہ میں علامہ خالد محمودؒ کی شرکت ضروری تصور ہوتی تھی۔ آپ تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی ہوئے۔ ختمِ نبوت کانفرنس چنیوٹ وچناب نگر میں آپ کی شرکت لازمی ہوتی تھی۔......گزشتہ سال ختمِ نبوت مدرسہ مسلم کالونی چناب نگر کے منتہی طلبہ سے خطاب کے لیے زحمت فرمائی۔ ختم نبوت کانفرنس لندن وبرمنگھم میں آپ ہر سال شریک ہوتے، بڑے اہتمام سے آپ کا بیان ہوتا۔ یورپ، افریقہ، امریکہ تک آپ نے ختم نبوت کے ترانے بلند کیے۔ وفاقی شرعی عدالت لاہور میں ردِ قادیانیت پر آپ کا بیان تحریری جمع کرایا گیا۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اور جمعیۃ علماء اسلام برطانیہ کے کاموں میں آپ نے قدرے حصہ ڈالا۔ آپ کا اصل میدان تنظیم اہل سنت ہی تھا۔ حضرت علامہ نے مانچسٹر میں اسلامک اکیڈمی، پھرسٹی جامع مسجد قائم کی جو آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت ہیں۔

آپ بلا کے حاضر دماغ تھے، حاضر جوابی آپ پر ختم تھی۔ علمی تحقیقی جوابات کے علاوہ الزامی دندان شکن جوابات کے بلاشبہ بادشاہ تھے۔ اخیر عمر تک کھڑے ہوکر بیان کرتے۔ نکتہ رسی آپ پر ختم تھی۔ بات سے بات نکالنے اور بامقصد نتیجہ خیز بنانے میں مہارتِ تامہ کے حامل تھے۔ اس سال جامعہ اشرفیہ میں ملاقات کے لیے حاضری ہوئی۔ جناب رضوان نفیس، دوسرے رفقاء ہمراہ تھے، دو باتیں بطورِ خاص یاد ہیں، فرمایا کہ: قادیانیت کے احتساب کا شکنجہ کسنے کے لیے مجلس تحفظِ ختم نبوت کی تشکیل وارتقاء مولانا محمد علی جالندھریؒ کا مجددانہ کارنامہ ہے۔ میرے نزدیک اس عنوان پر آپ کا وجود مجددانہ شان کا حامل تھا۔ دوسرا فرمایا: ہمارے بہت سارے محاذ ہیں، ہم نے ان سب کو وقت دیا۔ آپ (فقیر) پچاس سال سے ایک محاذ پر آنکھیں بند کیے کاربند ہیں، اس کے صدقہ میں آپ کو جہاں رحمتِ عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی، وہاں سیدنا مسیح بن مریم علیہ السلام کا دستِ شفقت بھی حاصل ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آواز بھرّا گئی۔ پھر فرمایا کہ: میں عمر کے اس پیٹے میں ہوں کہ یہ بات بلاوجہ نہیں کہہ رہا، اس پر مجھے انشراح کا مقام حاصل ہے۔‘‘

حضرت علامہ خالد محمودؒ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی سمیت کئی زبانوں میں یکساں عالمانہ دسترس رکھتے تھے، آپ انگلینڈ میں مقیم تھے، اس وقت علمائے دیوبند کی بزرگ ترین ہستیوں میں سے تھے، آپ نے مختلف دینی محاذوں پر کام کیا اور ہر محاذ کی صفِ اول کی قیادت میں رہے۔ کچھ عرصہ پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت کے جج رہے۔

آپ ۱۹۲۵ء میں قصور شہر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام پیر محمد غنی تھا۔ آپ نے تعلیم کا آغاز قصور سے کیا، اس کے بعد امرتسر جاکر مزید تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات سے دورہ حدیث شریف کی سعادت حاصل کی اور دوسری بار جب جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث کا آغاز ہورہا تھا تو حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ کے کہنے پر کہ: ’’آپ دورہ حدیث دوبارہ جامعہ اشرفیہ میں پڑھیں، اس سے ادارے کو اور آپ کو فائدہ ہوگا‘‘ حضرت کے حکم کی تعمیل میں دوبارہ دورہ حدیث کیا، یوں آپ دونوں اداروں کے فاضل ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، مولانا محمد حسنؒ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور)، شیخ الکل مولانا رسول خان ہزارویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے علومِ اسلامیہ کے چودہ سوسالہ ذخائر میں غوطہ زن ہوکر اہلِ علم کے استفادہ کے لیے گراں قدر علمی سرمایہ تیار کیا، آپ کی تصانیف میں سے چند مشہور یہ ہیں:

۱:- قرآن کریم کے موضوع پر آثار التنزیل۔ ۲ جلد۔ ۲:- حدیث کے موضوع پر آثار الحدیث، ۲ جلد۔ ۳:- فقہ کے موضوع پر آثار التشریع،

۲ جلد۔۴:-تصوف کے موضوع پرآ ثارالاحسان،۲ جلد۔۵:-سوال وجواب پر مشتمل عبقات،۲ جلد۔۶:-ایک تاریخی و تحقیقی دستاویز مطالعۂ بریلویت، ۹ جلد۔۷:-عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم النبوۃ،۱جلد۔یہ کتاب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ کی زندگی میں ان کے حکم کی تعمیل میں لکھی تھی، جس پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ نے تاریخی جملہ فرمایا تھا:''اگر عصر کے وقت کوئی باطل فتنہ وجود میں آئے اور علامہ خالد محمود کو اس کے رد میں لکھنے کا کہا جائے تو مغرب تک اس فتنہ کے خلاف مدلل تصنیف فرما چکے ہوں گے۔'' ۸:-عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسیٰ ابن مریمؑ،۱جلد۔ ۹:-تجلیاتِ آفتاب،۱جلد۔۱۰:-حجیتِ حدیث (انگلش)۱جلد۔۱۱:-اسلام ایک نظر میں (انگلش)۱جلد۔۱۲:-معیارِ صحابیت،۱جلد۔۱۳:-عقیدۃ السلام فی الفرق بین الکفر والاسلام۔۱۴:-مرزا قادیانی، شخصیت وکردار اپنی تحریرات اور پیش گوئیوں کے آئینہ میں۔

آپ کو علامہ کہنے کی وجہ کے بارے میں مولانا عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں کہ:''میں نے علامہ خالد محمودؒ سے خود پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ: ''ابوالعطاء مولوی اللہ دتہ قادیانی سیالکوٹ وارد ہوا اور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سے سینگ لڑانے کے چیلنج دینے لگا، تب مولانا موقع پہ موجود نہ تھے۔ میں نے کہا: پہلے مجھ سے مناظرہ کرو۔ تالی بج گئی کہ واہ واہ نوجوان نے چیلنج منظور کیا ہے، دیکھئے! نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے؟ گفتگو شروع ہوئی (اس دوران علامہ صاحب نے اپنا مخصوص جملہ دُہرایا کہ:''ہمارا کیا ہے؟ گھڑی دیکھی اور بات کہہ دی!'') چنانچہ چند منٹوں میں ہی اللہ دتہ قادیانی عرق آلود ہو چکا تھا۔ عوام تو طالبِ حق ہونے سے زیادہ تماش بین ہوتے ہیں۔ لوگوں نے نعرہ بازی شروع کردی کہ ایک لڑکے نے مرزائی ربّی کے اوسان خطا کردیئے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کے اللہ دتہ قادیانی شرمسار ہوکر پنجابی لہجے میں یوں طعنہ زن ہوا کہ:''جا اوئے جا، تیری تے اجے داڑھی ای نئیں آئی۔''(جا اوجا! تمہاری تو ابھی ڈاڑھی ہی نہیں آئی) علامہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ میں فی البدیہہ جواب ڈالا: اللہ دتہ قادیانی باریش تھا اور خاصی لمبی ڈاڑھی تھی، میں نے بھی برجستہ پنجابی لہجے میں کہا:''میری داڑھی تے آئی نئیں، پر تیری میں رہین نئیں دینی۔''(میری ڈاڑھی تو ابھی نکلی ہی نہیں، مگر تیری بھی میں نے نہیں چھوڑنی) اس مکالمہ آرائی میں عوام کا جوش قابلِ دید تھا۔ اس دوران مجمع سے آواز آئی:''واہ بھئی علامہ واہ، واہ بھئی علامہ واہ'' یہ الفاظ اللہ جانے کس قلندر کے منہ سے نکلے تھے کہ پھر''خالد محمود'' اور''علامہ'' ایسے لازم وملزوم ہوئے کہ روح وجسم کا رشتہ بھی کبھی نہ کبھی ٹوٹ جاتا ہے، مگر''خالد محمود'' اور''علامہ'' آج دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اکٹھے ہی ہیں۔''

انہوں نے یہ بھی لکھا کہ:''علامہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں سینماؤں کا رواج تھا تو اُس دور میں لاہور کے اندر ایک کنونشن منعقد ہوا، جس کا عنوان تھا''سینما کے کچھ روشن پہلو'' فرمایا کہ: مجھے بھی اس میں دعوتِ خطاب دی گئی جو میں نے قبول کرلی۔ معاصر احباب نے کہا کہ علامہ صاحب! آخر آپ وہاں کیا خطاب کریں گے؟ تو میں نے وہی جواب دیا:''ہمارا کیا ہے؟ گھڑی دیکھ لی اور بات کہہ دی۔'' چنانچہ میں نے اپنی گفتگو کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ:''بھائیو! جو چیز اندھیرا کر کے دیکھی جاتی ہو، اُس کے روشن پہلو آخر کون سے ہوسکتے ہیں؟'' سینمائی نظم کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ سینما میں جب شو کا آغاز ہوتا ہے تو لائٹیں بند کردی جاتی ہیں، تو میرا اشارہ اس طرف تھا۔ بس یہ کہنے کی دیر تھی، پورا ہال تالیاں پیٹتے ہوئے کھڑا ہوگیا اور میں فوراً اپنی گفتگو ختم کر کے اسٹیج سے اُتر آیا۔''

حضرت علامہ خالد محمود ؒ کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ محترم جناب سجاد ضیغم صاحب آپ کی تصنیف''مطالعۂ بریلویت'' کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ:''اس موقع پر جسٹس (ر) ڈاکٹر علامہ خالد محمودؒ کی آٹھ جلدوں پر مشتمل کتاب''مطالعۂ بریلویت'' کے حوالے سے ایک توضیح ضروری ہے، کیونکہ کچھ لوگوں نے اس کو تحقیقی اصولوں پر پرکھے اور بالاستیعاب پڑھے بغیر اس پر بے بنیاد تبصرے شروع کر رکھے ہیں، یہ فرقہ واریت پر مبنی نہیں، یہ

Basically ایک بہت وسیع عالمانہ ومحققانہ مطالعہ ہے، اس خاکسار نے علامہ صاحبؒ سے سنا تھا کہ جس وقت انہیں شریعت اپیلٹ بینچ سپریم کورٹ میں جج تعینات کیا جارہا تھا تو اس وقت Comitte Appointment نے یہی سوال کیا تھا کہ آپ کی یہ کتاب فرقہ وارانہ ہے؟ آپ نے انہیں جواب دیا تھا کہ میں بنیادی طور پر ریسرچ کا آدمی ہوں تو یہ میرا ریسرچ ورک ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے اس میں فلاں فلاں حوالہ غلط ہے، تو کوئی محقق اس کا رد کردے یا اگر کسی کو اس سے اختلاف ہے تو وہ اس کا استناد واستدلال کے ساتھ جواب لکھے، جو کہ آج تک نہیں ہوسکا۔ صرف یہ کہنا کہ یہ فرقہ وارانہ ہے تو یہ تو کوئی بات نہیں۔ اگر معترضین کے اس موقف کو اصول بنانا ہے تو اس الزام سے تو شاید ان کی اپنی کوئی کتاب نہ بچ سکے۔ میرا انہیں چیلنج ہے، وہ اسی کلیے کے ساتھ سامنے آجائیں، دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرلیتے ہیں۔ جہاں تک شریعت اپیلٹ بینچ کے فیصلوں کا تعلق ہے وہ میں نے قرآن وسنت کے معیار پر کرنے ہیں۔ اس بیان پر انٹرویو وتقرری کمیٹی کی تسلی ہوئی اور علامہ صاحب کو جج تعینات کردیا گیا۔‘‘

آپؒ کا بیعت کا تعلق یکے بعد دیگرے حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا مسیح اللہ خان شیروانیؒ اور مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئیؒ سے رہا اور آخر میں حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ کے خلیفہ مولانا وصی اللہ صاحب سے تھا، ان سے اجازتِ خلافت بھی تھی۔

آپ کی دینی وعلمی خدمات سے مسلمانانِ اہلِ مشرق اور اہلِ مغرب دونوں نے فائدہ حاصل کیا، آپ کا زیادہ وقت اہلِ یورپ کو دین کی دعوت دینے میں گزرا۔ آپ کے اہل وعیال برطانیہ کے شہر مانچسٹر میں قیام پذیر ہیں۔ علامہ صاحبؒ قلیل عرصے کے لیے ہر سال پاکستان تشریف لاتے تھے اور قیامِ پاکستان کے دوران مختلف اداروں اور جماعتی احباب کے ہاں وقت گزارتے تھے۔

آپ قدیم وجدید فکر وفلسفہ کے بھی عظیم شناور تھے، جو کہ آپ کی تصانیف سے نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے، آپ قیام پاکستان کے دوران مختلف اوقات میں مرے کالج سیالکوٹ، ڈگری کالج خانیوال اور ایم او کالج لاہور میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دیتے رہے اور بطور خاص عصری تعلیمی اداروں میں علمِ دین کے خلاف پروپیگنڈوں اور باطل کی طرف سے پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے رہے۔

حضرت علامہ خالد محمود رحمہ اللہ کی ذات وصفات کا احاطہ کرنا بہت ہی مشکل ہے، آپ کی شخصیت علومِ نبوت کی برکت سے مالا مال اور دفاعِ اسلام کی مجسم تصویر تھی، سفر وحضر میں آپ کو ایک طویل عرصہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ، امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی رفاقت حاصل رہی ہے۔ آپ کچھ عرصہ بیمار رہے، بیماری سے پہلے ضعف کی بناپر آپ گر گئے تھے، جس سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی، برطانیہ کے ایک ہسپتال میں اس کے علاج کے سلسلے میں داخل تھے کہ وہاں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں تین بیٹے، دو بیٹیاں، ہزاروں شاگرد اور لاکھوں عقیدت مند سوگوار چھوڑے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امیر مرکزیہ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد ودیگر علماء کرام حضرت علامہ خالد محمودؒ کے انتقال سے اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق سمجھتے ہیں اور حضرت کے اہل وعیال، پسماندگان اور جملہ متوسلین سے تعزیت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ صاحبؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آپ کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، آپ کے جملہ متعلقین، احباب، مریدین اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کو جانے والوں کا بدل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید الأبرار والمرسلین۔ اللّٰھم لا تحرمنا أجرہ ولا تفتننا بعدہ۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

"اظہار الحق" المعروف "بائبل سے قرآن تک"

اور شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی خدمات!

جناب خالد ۔ د، سابق یوئیل لندن

گزشتہ سے پیوستہ

"پیش لفظ طبع جدید" میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے "اظہار الحق" کے جدید ایڈیشن کے سلسلہ میں جن باتوں کو ذکر کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون میں ان میں سے بھی کچھ باتوں کو لکھ دوں، حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ:

"اظہار الحق کا اردو ترجمہ جو میرے استاذ مکرم حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ نے کیا تھا، پہلی بار سن ۱۳۸۸ھ، مطابق ۱۹۶۸ء شمسی میں میری تحقیق کے ساتھ "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ میں نے اس وقت "حرف آغاز" میں کتاب کا تعارف اور اس پر اپنے کام کی کچھ تفصیل عرض کر دی تھی جو اس نئی طباعت میں بھی شامل ہے۔ جس وقت میں یہ کام کر رہا تھا، اس وقت کام کے انتہائی محدود وسائل میسر تھے اور انہی محدود وسائل کے ساتھ میں نے کسی نہ کسی طرح کتاب کو اشاعت کے قابل بنانے کی کوشش کی، لیکن اسی حرف آغاز میں اس اعتراف کے ساتھ کہ میں اس کتاب کی تحقیق کا حق ادا نہیں کر سکا۔

خاص طور پر جو بات مجھے ہمیشہ کھٹکتی رہی وہ یہ تھی کہ عیسائی مصنفین کی جن کتابوں کے حوالے حضرت مولانا کیرانوی صاحبؒ نے جا بجا دیئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی مجھے پاکستان میں میسر نہ آ سکی تھی۔ اس لئے ان کتابوں کی مراجعت کر کے ترجمہ کی صحت یا اس کے قابل ترمیم ہونے کا فیصلہ ممکن نہیں تھا۔ دوسری طرف جن مغربی ناموں کا کتاب میں بار بار ذکر آیا ہے، چونکہ حضرت ؒ نے انہیں عربی سانچے میں ڈھال کر (یعنی معرب کر کے) لکھا تھا، اس لئے نہ ان ناموں کا صحیح تلفظ بہت سے مقامات پر معلوم ہو سکا اور نہ ان کی انگریزی یا یونانی یا رومی اصل معلوم ہو سکی۔ چنانچہ چند مشہور مصنفین کو چھوڑ کر جن کے ٹھیک ٹھیک نام اس وقت مجھ پر واضح ہو گئے تھے، باقی نام اسی عربی شکل میں لکھ دیئے گئے تھے جس شکل میں وہ "اظہار الحق" میں موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ پر اپنی رحمت کی بارشیں برسائے، انہیں اس کتاب کی اہمیت کا بڑا احساس تھا، وہ پیرس میں رہتے تھے اور مجھے ان سے خط و کتابت کا شرف حاصل تھا، جب یہ کتاب منظر عام پر آئی تو انہوں نے اس پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا، اور میری ہمت افزائی فرمائی اور ساتھ ہی انہوں نے مجھے مطلع فرمایا کہ کتاب میں جو فرنگی نام آئے ہیں، پیرس کے کتب خانوں کی مدد سے وہ ان ناموں کے انگریزی ہجے ایک فہرست کی شکل میں مرتب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس فہرست کا کچھ ابتدائی حصہ مجھے ارسال بھی فرمایا اور کچھ حواشی بھی لکھے جو بعد میں ہم شائع بھی کرتے رہے، لیکن پھر ان کی دوسری مصروفیات اور بیماریاں آڑے آ گئیں اور وہ اس کام کی تکمیل سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مجھے چونکہ "اظہار الحق" کے اصل مآخذ کی تلاش ہمیشہ رہی، اس لئے جب کسی ایسے کتب خانے میں جانے کا اتفاق ہوتا جہاں ان کے ملنے کی امید ہو سکتی تھی، میں یہ کتابیں تلاش کرتا، لیکن چونکہ یہ کتابیں سولہویں سے لے کر اٹھارویں صدی کے دوران کی لکھی ہوئی تھیں، جو اب نایاب ہو چکی تھیں، اس لئے بہت کم کامیابی ہوتی۔ آخر کار لندن کے ایک سفر کے دوران میں نے اپنا قیام خاص اس غرض سے بڑھایا اور برٹش لائبریری کی رکنیت حاصل کر کے اس لائبریری میں ان مآخذ کی تلاش شروع کی تو مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ اس میں اظہار الحق کے بیشتر مآخذ موجود تھے۔

یہ مسرت اپنی جگہ تھی لیکن ان کتابوں سے متعلقہ حوالے تلاش کر کے الگ کرنا ایک دیر طلب اور دقت طلب کام تھا اور میرے لئے اس وقت کی مصروفیات میں یہ ممکن نہیں تھا کہ میں لندن میں اتنا طویل قیام کر سکوں جس سے یہ ضرورت پوری ہو جائے۔ لہٰذا مجھے اس مشکل کا حل یہی نظر آیا کہ میں لندن کے کسی صاحب علم کو اس کام پر آمادہ کروں کہ وہ اس لائبریری میں موجود ذخیرہ کو کنگھال کر وہ عبارتیں جمع کریں جو حضرت مولانا کیرانویؒ نے نقل فرمائی ہیں۔ میں نے اس ضرورت کا ذکر اپنے مخلص دوست مولانا اسماعیل گنگات صاحب (حفظہ اللہ تعالیٰ) سے کیا جو لندن ہی کے باشندے ہیں اور وہاں کے علمی حلقوں سے بخوبی واقف۔ میں نے

ان سے درخواست کی کہ اس کام کے لئے جو قابلیت درکار ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ کسی ایسے صاحبِ علم کو تلاش کریں جو اس کام کے لئے اپنا وقت فارغ کرسکتے ہوں، ہم ان کو ان شاء اللہ تعالیٰ مناسب حق الخدمت پیش کریں گے۔

اس درخواست کے کچھ ہی عرصے کے بعد مولانا گنگات صاحب نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ ایک صاحب اس کام کے لئے تیار ہوگئے ہیں۔ ان کا نام ”زاہد عطاء اللہ“ ہے۔ لندن کے اگلے سفر میں انہوں نے زاہد صاحب سے میری ملاقات کرائی تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک نوعمر نوجوان تھے، جو اکاؤنٹنسی کی تعلیم حاصل کررہے تھے۔ اردو، عربی اور فارسی سے بالکل ناواقف تھے اور اس قسم کے کسی علمی کام کا انہیں کوئی تجربہ بھی نہیں تھا۔ مجھے شروع میں شک ہوا کہ وہ یہ کام کرسکیں گے۔ اول تو ان کا تعلیمی پس منظر بظاہر اس کام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا، دوسرے اپنی تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے وہ اس کام کے لئے یکسوئی کے ساتھ کیسے وقت نکال سکیں گے؟ مجھے اس میں بڑا تردد تھا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جس سے چاہیں، کام لے لیتے ہیں، وہ بڑے جذبے کے ساتھ اس پر آمادہ تھے اور چونکہ اردو، عربی سے واقف نہیں تھے، اس لئے ان کا کہنا تھا کہ میں اظہار الحق کا وہ انگریزی ترجمہ سامنے رکھوں گا جو میرے بڑے بھائی جناب مولانا محمد ولی رازی صاحب مدظلہم نے کیا ہے اور لندن سے شائع ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ کام کو کچھ ابتدائی نمونہ مجھے بھیجیں جس سے یہ اندازہ ہو کہ کام صحیح نہج پر ہورہا ہے۔

جب انہوں نے مجھے کچھ ابتدائی صفحات بھیجے تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ انہوں نے نہایت سلیقے، خوش ذوقی اور صحیح فہم کے ساتھ کتابوں کے حوالے جمع کئے تھے۔ میں نے ان کی ہمت افزائی کرکے انہیں کام جاری رکھنے کا مشورہ دیا اور وہ پوری تن دہی اور استقامت کے ساتھ اس مہم میں مصروف رہے اور میری بار بار کی پیشکش کے باوجود انہوں نے کوئی حق الخدمت لینا گوارا نہیں کیا بلکہ اپنے گھر سے لائبریری تک آمدورفت یا اس سلسلے کا کوئی خرچ بھی انہوں نے قبول نہیں کیا اور خالص لوجہ اللہ اس کام میں مصروف رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اپنی تعلیمی اور گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ پورا وقت نہیں دے سکتے تھے، لیکن جتنا دے سکتے تھے، اس میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی اور چند سال میں انہوں نے کام مکمل کرکے کئی صفحات پر مشتمل ایک ضخیم فائل مجھے بھیج دی جو نہایت سلیقے کے ساتھ مرتب کی ہوئی تھی اور حسن ترتیب کی وجہ سے اس سے استفادہ بھی آسان تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے صدق واخلاص اور ان کی عرق ریزی کا بہترین صلہ انہیں دنیا وآخرت میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

اس فائل کے میسر آنے کے بعد مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس فائل کے ذریعے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، انہیں متعلقہ جگہوں پر سمویا جائے۔ چونکہ بعض مقامات پر کتابت کی غلطیاں بھی رہ گئی تھیں، خاص طور پر بائبل کے حوالوں میں باب اور آیت کے نمبروں میں غلطی کی وجہ سے یہ شکایات بھی ملی تھیں کہ متعلقہ جگہوں پر حوالہ دستیاب نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ اس دوران عربی اظہار الحق کا ایک تحقیق شدہ نسخہ بھی منظر عام پر آگیا تھا جس میں محقق کو اصل کتاب کے قلمی نسخوں سے مقابلہ کرنے کا موقع ملا تھا اور ان کی روشنی میں متن میں بعض مقامات پر کمی بیشی بھی ہوئی تھی اور اس میں کچھ مفید حواشی بھی تھے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر میں نے ضروری سمجھا کہ ”بائبل سے قرآن تک“ کے نام سے جو نسخہ شائع ہوا تھا، اس کا ان نئی معلومات کی روشنی میں دقت نظر سے جائزہ لے کر اس کو نئی ترتیب دی جائے۔

میرے لئے اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے بذات خود یہ کام کرنا مشکل تھا۔ اس لئے شروع میں میں نے اپنے ایک ہونہار اور نوجوان ساتھی مولانا جنید عالم صاحب کو جو دارالعلوم کے تخصص فی الدعوۃ والارشاد سے فارغ التحصیل تھے، کتاب کی تصحیح کا کام سونپا۔ انہوں نے ماشاء اللہ! بڑے سلیقے سے اردو ترجمے پر نظرثانی شروع کی اور تمام دستیاب عربی نسخوں اور جدید معلومات کی روشنی میں اردو ترجمے کا جائزہ لیا اور جابجا مجھ سے مشورے بھی کرتے رہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی ” “ رتھا۔ ابھی ان کا کام درمیان میں تھا کہ اچانک وہ ایک ٹریفک کے حادثے میں شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین انعامات سے نواز کر ان کی خدمات کو قبول فرمائیں۔ آمین۔

ان کی شہادت کی وجہ سے یہ کام ایک مرتبہ پھر التوا میں پڑ گیا۔ بالآخر ہمارے درجہ تخصص فی الدعوۃ کے ایک اور فارغ التحصیل ساتھی مولانا محمد طاہر مسعود صاحب سلمہ مجھے اس کام کے لئے موزوں نظر آئے، کیونکہ انہوں نے تخصص کی تعلیم کے دوران اظہار الحق کی تلخیص کی تھی جو بعض رسائل میں شائع بھی ہوئی اور اس طرح انہیں عیسائیت کے موضوع اور اظہار الحق سے مناسبت معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ میں نے یہ کام ان کے سپرد کیا اور اس مرتبہ انہیں یہ بھی تاکید کی کہ تصحیح وتنقیح کے علاوہ زاہد

صاحب کی مرتب کردہ فائل کے حوالے متعلقہ جگہوں پر لگا کر مجھے دکھائیں تا کہ میں اظہار الحق میں منقول عبارتوں سے ان کا مقابلہ کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی عمر اور علم وعمل میں برکت اور ترقی عطا فرمائیں، انہوں نے بفضلہ تعالیٰ یہ کام بڑی تندہی، عرق ریزی، خوش ذوقی اور سلیقے کے ساتھ کیا، اول تو اصل عربی نسخوں سے مقابلہ کرکے اردو ترجمے کی بڑی دقت نظر کے ساتھ تصحیح کی اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وضاحتی حاشیئے بھی لکھے، جن کے آخر میں ان کا نام درج ہے۔ اس کے علاوہ جو انگریزی حوالے زاہد صاحب کے ذریعے جمع ہوئے تھے، انہیں متعلقہ مقامات پر چسپاں کرکے روزانہ مجھے دکھاتے رہے۔ اس کے علاوہ اس دوران اظہار الحق کے بہت سے مآخذ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہوگئے تھے اور ان میں دو کتابیں بھی تھیں جو زاہد کو برٹش لائبریری میں نہیں مل سکی تھیں۔ چنانچہ یہ نئے حوالے بھی انہوں نے جمع کرلیے۔ انٹرنیٹ سے ان کتابوں کی تلاش میں میرے معاون خصوصی مولانا شاکر جکھورا صاحب سلمہ نے بھی ان کی مدد کی۔ اس طرح الحمدللہ! اظہار الحق میں منقول اکثر عبارتیں اپنی اصل صورت میں دستیاب ہوگئیں۔ اس کے نتیجے میں بہت سے ناموں کی اصل حقیقت بھی واضح ہوگئی اور ان کا تعارف کرانا بھی آسان ہوگیا۔ چنانچہ میں نے نہ صرف یہ کہ ان کے اصل نام رومن رسم الخط میں ساتھ ساتھ لکھ دیئے، بلکہ ان میں سے اہم ناموں کے تعارف پر بھی نئے حاشیوں کا اضافہ کردیا اور متعدد مقامات پر مزید وضاحتی نوٹ بھی بڑھا دیئے، نیز ان عبارتوں کے سامنے آنے کی وجہ سے بعض جگہ اردو ترجمے میں کچھ جزوی ترمیمات کی بھی ضرورت محسوس ہوئی، اگرچہ حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ نے اظہار الحق کا اردو ترجمہ کیا تھا، اب موجود نہیں تھے کہ ان کے ترجمے میں تصرف کی ان سے اجازت لی جائے، لیکن انہوں نے مجھے اپنی حیات میں اس قسم کی ترمیم کی اجازت دے رکھی تھی، اس لئے اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے جہاں نہایت ضروری سمجھا یہ ترمیمات کرلیں۔

اصل عبارتوں کا اظہار الحق میں مذکور عبارتوں سے موازنہ کرنے پر یہ بات سامنے آئی کہ حضرت مولانا کیرانوی صاحب قدس سرہ نے ہر جگہ اصل انگریزی عبارت کا مکمل عربی ترجمہ دینے کے بجائے بہت سے مقامات پر لمبی لمبی عبارتوں کی تلخیص کرکے انہیں نقل فرمایا ہے، لہٰذا ایسے مقامات پر اگر کوئی شخص ان کی نقل کردہ عبارت کا اصل سے موازنہ کرے تو وہ شبہے میں پڑسکتا ہے، لیکن ہر جگہ میں نے اچھی طرح جائزہ لے کر یہ اطمینان کرلیا ہے کہ حضرتؒ نے جو تلخیص فرمائی ہے، اس سے عبارت کے اصل مفہوم میں کوئی معمولی تبدیلی بھی واقع نہیں ہوئی، بلکہ عبارت کا بنیادی مفہوم وہی ہے جو حضرت مولاناؒ نے نقل فرمایا ہے۔

چونکہ یہ حوالے بڑی محنت سے حاصل ہوئے تھے اور اس موضوع پر کام کرنے والے محققین کے لئے وہ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کو بالکل محفوظ کرلیا جائے۔ چنانچہ کتاب کے آخر میں ایک ضمیمے کے طور پر ان سارے حوالوں کو نمبر ڈال کر اصل انگریزی عبارت میں یکجا جمع کردیا گیا ہے اور کتاب میں جہاں کہیں کوئی حوالہ آیا ہے اس جگہ پر ضمیمے کا حوالہ نمبر حاشیے پر درج کردیا گیا ہے تا کہ اگر کوئی اصل عبارت دیکھنا چاہے تو وہ ضمیمے میں اس حوالہ نمبر پر اصل عبارت نکال کر دیکھ سکے۔‘‘

(اظہار الحق، جدید ایڈیشن، ص:۴۹تا۵۳)

اور آخر میں حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

’’اس طرح نصف صدی سے زائد عرصہ کے بعد ’’بائبل سے قرآن تک‘‘ کا یہ جدید ایڈیشن الحمدللہ بہت سے نئے افادات کے ساتھ زیادہ مستند، مفید اور زیادہ تحقیقی بن کر شائع ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں اور اسے زیادہ سے زیادہ نافع بنائیں۔ آمین ثم آمین۔‘‘

محمد تقی عثمانی، جامعہ دارالعلوم کراچی

(اظہار الحق، جدید ایڈیشن، ص:۵۶)

وما توفیقی الا باللہ

ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

پنجاب اسمبلی کا تاریخی کارنامہ

(امت رپورٹ)

ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کی قانون ساز اسمبلی نے مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی روکنے کے لئے بل ’’ رکرلیا ہے۔ ٹیکسٹ بک بورڈ کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اسلامی کتب کی اشاعت سے قبل متحدہ علماء بورڈ سے ’’ ری لے گا۔ اسپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری پرویز الٰہی کی کوششوں سے ایوان نے پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل متفقہ طور پر ’’ رکرلیا۔ بل کی ’’ ری سے کریکولم اور بورڈ ہر قسم کی اسلامی کتب کی اشاعت سے پہلے متحدہ علماء بورڈ سے منظوری لینے کا پابند ہوگا۔ مسلم لیگ (ق) کی رکن خدیجہ عمر نے ایوان میں پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل ۲۰۲۰ء پیش کیا، جسے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ بل کے مطابق اسلامیات، مطالعہ پاکستان، تاریخ اردو لٹریچر اور دوسرے مضامین کا اسلامی موادتدریسی کتابوں میں اس وقت تک شائع نہیں ہوگا، جب تک متحدہ علماء بورڈ پنجاب منظوری نہیں دے گا۔ وزیر تعلیم مراد راس نے ایوان کو بتایا کہ ٹیکسٹ بک بورڈ میں ممنوعہ کتابوں کا معاملہ پہلے بھی دو دفعہ ہو چکا ہے۔ جنہوں نے ایسی حرکت کی، ان کے خلاف مقدمات درج کروائے اور ایکشن بھی لیا۔ حکومت نے ان پبلشرز پر کتابیں چھاپنے پر پابندی بھی عائد کی۔ تمام معاملات کو دیکھنے کے لئے محکمہ میں تیس کمیٹیاں بنائی ہیں، جو تمام کتابوں کی چھان بین کرتی ہیں۔ ہم نے اس معاملے کے لئے کنٹرول روم بھی قائم کیا ہے۔

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ کی منظوری پر رانا مشہود نے کہا کہ پنجاب میں نصاب میں سازش کی جارہی تھی۔ ختم نبوت کی حفاظت پر ایوان مبارکباد کا مستحق ہے۔ اسپیکر چوہدری پرویز الٰہی کا کہنا تھا کہ نصابی کتابوں میں اسلام کے حوالے سے شر پھیلایا جارہا ہے۔ جسے روکنے کے لئے پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل لائے۔ ہم آنے والی نسلوں کو شر سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے۔ ہم کسی صورت اسلام کی توہین نہیں ہونے دیں گے۔ ’’ آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المومنینؓ اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کے معاملے پر پنجاب اسمبلی میں تاریخ ساز قانون سازی کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ بل پاس ہونے کے بعد اب مقدس شخصیات کے خلاف کوئی سازش کرنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔ واضح رہے کہ نصاب میں تبدیلی کی کوششوں کا آغاز نائن الیوان کے بعد ہی ہوگیا تھا۔ ایک طرف امریکا نے عالم اسلام پر عسکری حملے شروع کئے اور کئی ممالک کو تاراج کیا تو دوسری طرف امریکی پالیسی سازوں نے فکری یلغار شروع کردی۔ اس کا مرکزی نکتہ مسلم معاشروں کے دل ودماغ کی تبدیلی کا کام تھا۔ اس نے براہ راست، لیکن ذرا محتاط انداز میں مسلمانوں کے عقائد و نظریات میں نقب لگانے کے لئے ’’انٹر فیتھ ڈائیلاگ‘‘ کا آغاز کیا۔ ’’ہیومن رائٹس‘‘ کو شوگر کوٹڈ گولی میں سمو کر پیش کیا۔ عدم تشدد، برداشت، رواداری، آزادی، مساوات اور ترقی جیسے بظاہر بے ضرر نظریات کو باقاعدہ ایک نصاب کے طور پر متعارف کرایا۔ پاکستانی جامعات میں مخصوص موضوعات پر پی ایچ ڈی مقالات لکھوائے گئے۔ پاکستان سے مرحلہ وار دانشوروں، اسکالروں، مذہبی، راہنماؤں کو امریکا، جرمنی اور ناروے بلاکر کانفرنسیں منعقد کی گئیں، ان کانفرنسوں کا مقصد غیر محسوس طریقے سے اسلامی نظریات کی تبدیلی تھی، نیز اس ذریعے سے اپنے مطلب کے افراد کی تلاش بھی تھی، جو ان کے عزائم کی تکمیل میں معاون ثابت ہوسکیں۔ اس کے بعد اگلے مرحلے میں بیرونی فنڈنگ سے قائم ہونے والی این جی اوز پاکستان وارد ہوئیں۔ یہاں انہوں نے مقامی ایجنٹوں کے ذریعے تعلیمی اداروں کے ماحول، نصاب اور نظام تعلیم پر کام شروع کیا۔ ایسی ورک شاپس منعقد کی گئیں، جہاں اسلامی عقائد و نظریات پر شکوک وشبہات اور دینی مسلمات پر سوالات اٹھائے گئے، پاکستان کے آئین میں موجود اسلامی شقوں کو ایک تسلسل سے ہدف تنقید بنایا گیا، یوں پوری اسلامی عقائد واقدار پر شک و شبے کی گرد بٹھانے کا بھرپور اہتمام کیا گیا۔ جنسی تعلیم کو نصاب میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی۔

اب پنجاب اسمبلی نے جو بل منظور کیا وہ انتہائی قابل تحسین کارنامہ اور وقت کی اہم ضرورت تھی۔ اگر اس قانون پر عملدرآمد کو یقینی بنایا گیا تو این جی اوز کی اس ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔

برسوں سے متعدد حلقوں کی طرف سے اسلامی درسی کتب میں ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی جاتی رہی ہے، جن سے مقدس ہستیوں کی توہین کا پہلو سامنے آتا ہے۔ درسی کتب کی اشاعت انتہائی حساس معاملہ ہے، اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں دی گئی معلومات کے سلسلے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں ذراسی غلطی بھی کسی اسلامی حلقہ فکر میں قابل برداشت نہیں ہے، لہٰذا پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کو اسلامی کتب کی اشاعت سے پہلے انتہائی احتیاط اور گہرے غوروفکر سے کام لینا چاہئے تاکہ اسکولوں اور کالجوں کے بچے اور نوجوان صحیح اسلامی معلومات اور عقائد سے آشنا ہوسکیں۔ اسپیکر پنجاب اسمبلی پرویز الٰہی کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اس نئے قانون سے ہماری آئندہ نسلیں شکوک وشبہات سے محفوظ ہوجائیں گی۔ اسی طرح اسلامی کتب کی اشاعت سے پہلے متحدہ علماء بورڈ سے ان کی منظوری سے شر کے بہت سے دروازے بند ہوجائیں گے۔ واضح رہے کہ اس سے قبل گزشتہ جمعہ کو پنجاب اسمبلی میں گستاخانہ مواد پر مشتمل لٹریچر پر پابندی عائد کرنے کا بل بھی منظور کیا جاچکا ہے اور نصابی کتب کے حوالے سے حالیہ بل کی منظوری سے ان این جی اوز کی مداخلت کا راستہ بند ہوجائے گا، جو بھاری رقوم خرچ کرکے نسل نو کے اذہان کو اسلام سے متنفر اور مذہب سے متعلق انہیں شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا چاہتی ہیں۔ اس اقدام کے نتیجے میں آئندہ نصاب میں قابل اعتراض اور غیر شرعی امور شامل کرنے کا بھی سدباب ہوجائے گا۔ اس لئے محب وطن حلقوں اور علمائے کرام نے پنجاب اسمبلی کی اس کاوش کو تاریخی کارنامہ قرار دے کر اسے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اب دیگر صوبائی اسمبلیوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی پنجاب اسمبلی کی تقلید کریں۔

(بشکریہ روزنامہ امت کراچی اداریہ ۱۲؍جون ۲۰۲۰ء)

مولانا مفتی محمد نعیم کا انتقال پاکستان کے دینی حلقوں کا بڑا نقصان ہے

غم ودکھ کی اس گھڑی میں ہم جامعہ بنوریہ عالمیہ کے ساتھ ہیں: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کراچی (پ ر) جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ کے مہتمم اور ہزاروں علماء کرام کے استاذ مولانا مفتی محمد نعیم ۲۹؍شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۱؍جون ۲۰۲۰ء کو انتقال فرمائے عالم آخرت ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ایک نیک دل انسان، بہادر ودلیر دینی رہنما اور عاشق قرآن تھے، قرآن کریم کی تلاوت سے خاص شغف رکھتے تھے اور قرآنی تعلیمات کے عام کرنے کے لئے فکر مند رہا کرتے تھے۔ آپ کا قائم کردہ دینی ادارہ جامعہ بنوریہ عالمیہ جہاں وطن عزیز پاکستان میں علوم اسلامیہ کا مرکز تھا وہیں دنیا بھر سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے والے طلبا کی امیدوں کا محور بھی تھا۔ آپ نے اپنے دینی مدرسہ میں اسلام قبول کرنے والی بیسیوں نومسلم خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی کررکھا تھا۔ آپ مختلف ملکی وملی حالات پر قوم کی رہنمائی کے لئے ہمیشہ صف اول میں رہا کرتے تھے۔

آپ کے انتقال پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امیر مرکزیہ مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی، مولانا خواجہ عزیز احمد، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، مفتی شہاب الدین خان پوپلزئی، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاضی احسان احمد اور تمام مبلغین وکارکنان ختم نبوت نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مفتی محمد نعیم استاذ الحدیث، جید عالم دین اور ہزاروں علماء کرام کے ہردلعزیز استاذ تھے۔ آپ مذہبی طبقے کے لئے ایک دلیر راہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی درخشندہ علمی ودینی خدمات مدتوں یاد رکھی جائیں گی۔ آپ کے سانحہ ارتحال پر ہر آنکھ اشکبار ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دکھ کی اس گھڑی میں مولانا مفتی محمد نعیم کے اہل خانہ اور جامعہ بنوریہ عالمیہ کے ساتھ ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی محمد نعیم کی کامل مغفرت فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں، آمین!

سابق جج سندھ ہائی کورٹ

حاجی بشیر احمد میمنؒ کا وصال

جسٹس ذوالفقار احمد

شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ پیر شریف کے مسترشد، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ سندھ کے امیر حضرت مولانا احمد میاں حمادی مدظلہ ٹنڈوآدم کے قریبی ساتھی اور دوست جناب حاجی بشیر احمد میمن سابق جج سندھ ہائی کورٹ ۲؍رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ کو وصال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی صاحبؒ اپنی والدہ محترمہ کی دعاؤں اور توجہات سے بچپن ہی سے اسلامی تعلیمات، علماء کرام اور بزرگوں سے خصوصی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔حضرت پیر شریف والوں سے تعلق و ارادت نے بھی اپنا رنگ دکھایا۔مختلف سرکاری عہدوں سے ہوتے ہوئے سندھ ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاز اور اکابر سے بہت محبت کرتے تھے۔قادیانیوں کے خلاف مقدمات میں مجلس کے علماء کرام آپ کے ساتھ قانونی مشاورت کرتے تھے۔اکثر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے دفتر میں تشریف لایا کرتے تو ناظم دفتر رانا محمد انور ودیگر ساتھیوں سے ملاقات کیا کرتے۔بعض قانونی امور میں رہنمائی فرماتے اور ختم نبوت کے لئے اپنی خدمات پیش فرماتے۔صوم وصلوٰۃ،ذکرواذکار کے بہت پابند تھے۔ ساری زندگی دیانت و ایمانداری، عجز و انکساری اور تعلق مع اللہ میں گزاری۔اللہ جل شانہ نے نیک اور صالح اولاد سے نوازا جو الحمدللہ! اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہے۔آپ کے انتقال پُرملال کی اطلاع ملنے پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اعجاز مصطفی، مولانا قاضی احسان احمد، محمد انور رانا و دیگر علماء کرام نے اظہار تعزیت کیا اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔اللہ تعالیٰ حاجی صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔آپؒ کے صاحبزادے جسٹس ذوالفقار احمد نے اپنے والد محترم کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

’’تیرے بن جینا اس دل کو سکھاؤں کیسے
ہوں دل شکستہ تجھے میں بتاؤں کیسے
تجھے بچھڑے اک عرصہ اب ہونے کو ہے
مگر اس دل کو یہ یقیں میں دلاؤں کیسے

مکرمی ومحترمی والد صاحب جناب بشیر احمد میمن کے سانحہ ارتحال کو تقریباً دو ماہ ہونے کو ہیں۔نوکِ قلم اس صدمے کو احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔آہ! بے سائباں ہونے کا شدید احساس ہے۔

پیرانہ سالی کے باوجود والد صاحب ماشاء اللہ کسی ایسے مرض کا شکار نہیں تھے کہ جس سے کسی قسم کا شبہ ہوتا کہ اب وقت فرقت کہیں قریب ہے۔ مارچ کے مہینے میں آپ کے آبائی گاؤں کے مدرسہ میں ختم بخاری کی تقریب تھی۔ مسجد و مدرسہ سے ان کی قربت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی اور اس مدرسہ کی تو بنیاد انہوں نے خود ہی رکھی تھی۔شدید گرمی کے باوجود مکمل تیاری اور چاہت سے گاؤں تشریف لے گئے اور یہی نہیں بلکہ اس دفعہ تو انہوں نے اپنا پڑاؤ مکمل طور پر مدرسہ میں رکھا گو کہ وہاں سے آبائی گھر چند قدم کے فاصلے پر تھا۔چونکہ گرمی بہت تھی اور ان کے ضعف وپیرانہ سالی کی وجہ سے اہل وعیال ان کی صحت کی طرف سے بے حد متفکر تھے اور ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ وہ مکمل مدرسے میں قیام کریں اور گھر نہ آئیں۔

بہرحال ختم بخاری کی تقریب مکمل ہونے کے بعد ہی گھر آئے گویا مدرسہ سے آخری ملاقات کے لئے یہ ان کا خصوصی اہتمام تھا۔ کراچی آنے کے بعد کچھ عرصہ تک ان کی طبیعت ٹھیک رہی۔ البتہ کرونا کے پھیلنے کی وجہ سے مساجد میں باجماعت نماز کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے بہت دلبرداشتہ اور اداس رہتے تھے، بہت خاموشی سے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ذکر واذکار سے انہیں ویسے ہی بہت شغف تھا مگر اب کلمہ کا ورد خصوصی طور پر باآواز بلند جاری رکھتے۔ اس کے علاوہ والد صاحب سندھ کے مشہور شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے بڑے مداح تھے، اسی کیفیت میں ان کے اکثر اشعار گنگناتے رہتے تھے:

ترجمہ: ’’جتنا تیرا نام عظیم ہے اتنی
تیری رحمت مانگتا ہوں، تو ہر حال سے واقف
ہے میں کیا بیان کروں؟‘‘

اس شعر کو اس قدر دہراتے کہ سسکیاں بھرنے لگتے، بحیثیت اولاد ان کی بدلتی کیفیت ہم پر عیاں تھی۔اس دوران ہلکے بخار اور پیٹ درد کی شکایت ہوئی میرے چھوٹے بھائی جو ڈاکٹر ہیں نے علاج شروع کیا، تمام تشخیصی ٹیسٹ ہوئے جو کہ بالکل ٹھیک تھے۔البتہ پیٹ درد میں آرام نہیں آیا۔ رمضان المبارک کا دوسرا روزہ تھا جب صبح انہیں چند مزید ٹیسٹ وغیرہ کے لئے ہسپتال لے جایا گیا، (باقی صفحہ۱۶پر)

نسبت قائم ہے

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر تھے۔ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ زیر بحث آیا۔ قادیانیوں نے اسمبلی میں اپنا محضرنامہ پیش کیا۔ اس کے مقابلہ میں ''مؤقف ملت اسلامیہ'' اسمبلی میں جمع کرانا تھا۔ جس میں قادیانیوں کے محضرنامہ کا جواب بھی آ جائے۔ اس کی تیاری کے لئے کئی حضرات کے بلانے کا فیصلہ ہوا۔ ان میں پاکستان کے موجودہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کا نام بھی تھا، تو حضرت شیخ بنوری نے پاکستان کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو فون کیا کہ مولانا تقی صاحب کو اسلام آباد جانے کی اجازت دیں۔ حضرت مفتی صاحب نے دل وجان سے اجازت دی تو حضرت بنوری نے فی البدیہہ ان سے فرمایا کہ مقدمہ بہاول پور کی تیاری کے لئے حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب آپ کو ساتھ لے کر گئے تھے۔ آج آپ کی جگہ اسی طرح کے کیس کی تیاری کے لئے آپ کے صاحبزادہ مولانا تقی صاحب ہیں۔ نسبت قائم ہے۔ آخری جملہ سن کر حضرت مفتی صاحب اور حضرت بنوری پر جو کیفیت طاری ہوئی ہوگی قارئین اس کا اندازہ خود فرمالیں۔ آج کی مجلس میں راقم نے عنوان مضمون کے لئے اسی جملہ (نسبت قائم ہے) کا انتخاب کیا ہے۔ اس پر چند شواہدات عرض کرتا ہوں۔

مشہور زمانہ ''مقدمہ بہاول پور'' ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں ایک اہم کردار کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ فیصلہ ۱۹۳۵ء میں ہوا تھا۔ اب ۲۰۲۰ء تک پچاسی سال بیت چکے۔ اس عرصہ میں مکمل مقدمہ کی کارروائی تین جلدوں والی صرف دوبار شائع ہوئی۔ اب تو عرصہ سے نایاب ہے۔ متعدد رفقاء کرام کے اصرار وتوجہ دلانے پر تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع کرنے کے کام کا آغاز ہوا۔ اللہ رب العزت کی رحمت نے دستگیری فرمائی کہ اب تصحیح اغلاط کے بعد اسے پریس بھجوانے کا مرحلہ چل رہا ہے۔

مدعا علیہ قادیانی کا مختار جلال الدین شمس قادیانی تھا اور مسلمان مدعیہ کے مختار حضرت مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہانپوری تھے۔ آپ نے تسلسل کے ساتھ سالہا سال اس مقدمہ کی پیروی کے جو مراحل طے کئے۔ وہ صرف آپ کا حصہ ہے جو قدرت حق نے ازل سے آپ کے لئے مقدر فرمایا تھا۔ قادیانی مختار مدعا علیہ کی جواب جرح کا آپ نے جواب الجواب عدالت میں جمع کرایا۔ جس کے بعد پھر فیصلہ ہونا تھا۔ گویا اس مقدمہ میں آخری بنیادی مرحلہ صرف اور صرف حضرت مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہانپوری سے حق تعالیٰ نے سر کرایا۔ زہے مقدر!

اس مقدمہ کی روئیداد کی کمپوزنگ کے موقع پر ضرورت پیش آئی کہ مولانا ابوالوفاء مرحوم کے مختصر مگر جامع حالات زندگی مل جائیں تو وہ مولانا مرحوم کے جواب الجواب جرح کی ابتداء تیسری جلد کے آغاز میں شامل کر دیئے جائیں۔

مولانا مرحوم کے سوانح کی تلاش میں قدیم وجدید پاک وہند کی جو کتابیں اس موضوع کی تھیں۔ ان کو کھنگال مارا۔ مگر سوائے چند سطور کے کچھ میسر نہ آیا۔ اس مشکل کی حل کے لئے ہمیشہ کی طرح اب بھی دیوبند کے فاضل اجل حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری سے استدعاء کی۔ کرونا وباء کی مشکلات کے باوجود آپ اس کام کے لئے ساعی ہوئے۔ انہیں بھی شائع شدہ یکجا مولانا ابوالوفاء مرحوم کی سوانح کے عنوان پر کچھ نہ ملا۔

فیصلہ مقدمہ بہاول پور کو سامنے رکھیں تو پچاسی سال بعد۔

مولانا ابوالوفاء کی دارالعلوم دیوبند کی فراغت کی تاریخ کو سامنے رکھیں تو سو سال بعد۔

مولانا مرحوم کی وفات کے سال ۱۹۸۰ء کو سامنے رکھیں تو چالیس سال بعد (۲۰۲۰ء میں) مولانا مرحوم کی سوانح کو تلاش کرنا کتنا دشوار امر تھا۔

مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی کامیاب جدوجہد، سعی مشکور، عمل مقبول اور ذوق وجنون نے ہمالیہ کی چوٹی کو سر کیا اور ساحل مراد پر ان کی کشتی ایسی کامیابی سے اتری کہ واقفین وقدردان عش عش کر اٹھیں گے۔ آپ نے پہلے

۱۶ پھر ۱۸ پھر ۲۰ صفحات پر مشتمل مضمون بھیجا معلومات ملتی گئیں۔ آپ اضافے کرتے گئے۔ اب بڑے سائز کے بیس صفحات پر مضمون ”تابدار موتیوں کا حامل گلدستہ معلومات“ مرتب کرنے پر آپ مبارک باد اور تحسین کے مستحق ہیں۔ امت پر حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہان پوری کے احسانات کا تقاضا تھا کہ اپنے محسن کے حالات سے آج کا امت کا طبقہ باخبر ہو۔ سو یہ فرض وقرض آپ نے اتار دیا۔ گراں قدر معلومات پر مشتمل یہ مضمون روئیداد مقدمہ بہاول پور کی قدر ومنزلت میں شاندار اضافہ کا باعث ہوگا۔

اس کتاب کی تیاری کے لئے تین ایسے شاندار حسن اتفاق ہوئے کہ مسرت سے جسم کی بوٹی بوٹی پھڑ پھڑا اٹھی۔

۱...... مولانا ابوالوفاء شاہ جہانپوری نے ۱۰؍مئی ۱۹۳۴ء کو بہاول پور میں اپنا جواب الجواب جمع کرایا۔ اس کے پروف ریڈنگ کے اتمام کی بھی اتفاق سے تاریخ ۱۰؍مئی ۲۰۲۰ء تھی اور یہ کام بھی بہاول پور میں مکمل ہوا۔ تاریخ ومقام کا توافق عجیب اتفاق ہے۔

۲...... مقدمہ بہاول پور کا فیصلہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو صادر ہوا۔

اس مقدمہ کے سب سے بڑے وکیل مولانا شاہ جہانپوری کی بھی ۷؍فروری ۱۹۸۰ء کو تدفین ہوئی۔ گویا مولانا مرحوم کی جدوجہد کے نتیجہ اور حصول انعام کی ایک ہی تاریخ یعنی ۷؍فروری ہے۔

۳...... مولانا ابوالوفاء کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت اور مولانا شاہ عالم گورکھپوری کے آپ کے سوانح پر مضمون کو پورے سو سال بنتے ہیں۔

لیجئے! آپ تین باتوں کو ”حسن اتفاق“ قرار دیں یا ”قدرت کی دین“ لیکن کامیابی اور قبولیت عمل کا نتیجہ یا نسبت کا قائم ہونا وہ سو فیصد واضح ہے۔

۴...... اسی طرح غالباً مئی ۲۰۲۰ء میں قادیانیوں نے اپنے چینل سے ایک ہفتہ وار پروگرام کے آخر پر مسلمانوں سے سوال کر کے ان سے جواب مانگا۔ ان کے دو پروگراموں کے اختتام پر چار سوال آچکے تو لاہور کے دوستوں نے تقاضا کیا کہ فقیر ان کے جوابات ریکارڈ کرائے۔ انہوں نے سوال بھجوادیے۔ فقیر نے جوابات ریکارڈ کرادیے۔ اس کے بعد فوری اعتکاف شروع ہوگیا تو اعتکاف کے دوران اطلاع ملی کہ قادیانیوں نے فقیر کے بیان کے جواب میں دو گھنٹہ کا پروگرام کیا ہے۔ فقیر نے جواباً عرض کیا کہ عید کے بعد دیکھیں گے۔ اعتکاف میں ان کے بیان کو سننے جواب ریکارڈ کرانے پر طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ عید کے بعد گھر پر تین چار روز مصروفیت رہی۔ ملتان دفتر حاضری پر شعبہ تبلیغ کے رفقاء کی میٹنگ تھی۔ چار پانچ دن اس کی مصروفیت رہی۔ اس کے بعد رفقاء سے درخواست کی۔ قادیانی حضرات کے اس وقت تک سات سوالات آچکے تھے۔ جن میں سے غالباً چار سوالات کے جوابات فقیر نے ریکارڈ کرائے تھے۔ اب خیال ہوا کہ ان تمام سوالات کے جوابات تحریر کر کے کمپوز کرالیں۔ پھر ان کی ریکارڈنگ ہوجائے۔ شام تک ان دونوں مراحل سے فراغت ہوگئی۔

اگلے روز غالباً ۷؍جون ۲۰۲۰ء کو ساتھیوں نے بتایا کہ قادیانیوں کے مزید دو سوالات آگئے ہیں۔ فقیر نے وہ منگوائے۔ جوابات لکھے۔ کمپوز کرائے۔ گویا اس وقت تک جو قادیانی سوالات آئے وہ نو تھے۔ تمام سوالات کے ہی جوابات تحریر کردیئے۔ ان قادیانی سوالات کے بعد اہل اسلام کی طرف سے قادیانیوں پر نو سوالات مرتب کئے۔ جن میں قادیانی حضرات سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ کے سوالات کے ہم نے جوابات دیئے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ان سوالات کے جوابات دیں۔

رفقاء نے فیصلہ کیا کہ یہ تمام سوالات وجوابات عالمی مجلس کے ماہوار آرگن ”لولاک“ ملتان میں شائع بھی کردیں۔ چنانچہ جس دن یہ

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

تمام دستاویز اشاعت کے لئے بھجوانا تھی اسی دن فقیر کو رحیم یار خان مولانا محمد راشد صاحب مدنی کے بھائی جناب چوہدری زاہد صاحب کے جنازہ میں شرکت کے لئے سفر کرنا ہوا۔ وہاں سے واپس ملتان حاضری ہوئی تو مجلس کی مرکزی لائبریری کے انچارج مولانا وسیم اسلم صاحب نے فرمایا کہ نیٹ سے ایک رسالہ ملا ہے۔ جس کا نام ’’حرز حقانی از حربہ قادیانی‘‘ ہے۔ اس کے مصنف مولانا عبدالمجید خان قصوری ہیں اور یہ رسالہ ستمبر ۱۹۲۱ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ جس کے چالیس صفحات ہیں۔ مصنف اور رسالہ کا تعارف تو ’’گلستان ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ‘‘ کے ص ۱۷۱ پر موجود تھا، لیکن ہماری لائبریری میں رسالہ موجود نہ تھا۔ فقیر کی درخواست پر مولانا وسیم صاحب نے نیٹ سے رسالہ کے صاف ستھرے پرنٹ لئے۔

قارئین یقین فرمائیں محض قدرت کی دین ہے کہ جس دن قادیانیوں کے نوسوالات کے جوابات اور قادیانیوں پر مزید نوسوالات مرتب کر کے اشاعت کے لئے بھجوائے۔ اسی روز یہ رسالہ ملا۔ بعینہٖ وہی صورت حال اس لئے کہ قادیانی رسالہ ’’حربہ قادیانی‘‘ میں فرید آباد کے قادیانی منشی محمد حسین نے پچپن سوالات مسلمانوں سے کئے تھے۔ مولانا عبدالمجید خان نے بھی قادیانی پچپن سوالات کے جوابات دے کر اہل اسلام کی طرف سے قادیانیوں پر پچپن سوالات کئے۔ یہ ۱۹۲۱ء کی بات ہے۔ ٹھیک اس کے سو سال بعد ۲۰۲۰ء میں قادیانیوں کے نوسوالات کے جوابات کے ساتھ ان سے نوسوالات کئے گئے۔ ایک صدی بعد ایک ہی عنوان ایک ہی انداز جواب پر اس رسالہ کا اسی دن ملنا جس دن نوسوالات کے جوابات پریس بھجوائے گئے۔ اسے حسن اتفاق فرمائیں۔ قدرت کی دین، یا نسبت قائم ہے یہ آپ کے ذمہ، فقیر نے تو واقعہ عرض کر دیا ہے۔ بہت مناسب ہوگا کہ آپ سے یہ بھی عرض کیا جائے کہ حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ ناظم تعلیمات وناظم شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند نے قادیانیوں سے ایک سو چالیس سوالات کئے تھے۔

مولانا عبدالمجید خان جو حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے خلیفہ تھے۔ آپ نے قادیانیوں سے متذکرہ رسالہ میں پچپن سوالات کئے۔ فقیر نے ’’قادیانی شبہات کے جوابات‘‘ کی تیسری جلد میں قادیانیوں سے ایک سو دو سوال کئے۔ اب اس تازہ مضمون میں فقیر نے قادیانیوں سے نوسوالات کئے ہیں۔

یہ تین سو چھ سوالات مسلمانوں کی طرف سے قادیانیوں کے ذمہ ہیں۔ البتہ قادیانیوں کے سوالات کا قرض ہم اتار چکے۔

لیجئے! ان تین سو چھ سوالات کو ایک ساتھ شائع کرنے کا بھی وعدہ رہا۔ ہاں! یاد آیا۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے بھی قادیانیوں سے سوالات ایک تصنیف میں کئے ہیں۔ امت کی اس ڈیڑھ سو سالہ جدوجہد کو ’’احتساب قادیانیت‘‘ کی ساٹھ جلدوں میں جتنا جمع کر پائے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اب ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی آٹھ جلدیں شائع ہو گئیں۔ مولانا شاہ عالم گورکھپوری نے ردِ قادیانیت کی کتب کی فہرست بھجوائی ہے۔ اس میں سوا دو سو کتب ایسی ہیں جو ہمارے پاس نہیں۔ وہ مل گئیں تو محاسبہ بھی احتساب کے برابر چلا جائے گا۔ اب حال ہی میں ’’قادیانی مذہب‘‘ کا جدید ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ ’’مقدمہ بہاول پور کی روئیداد‘‘ تین جلدوں میں جدید حوالہ جات سے مزین کمپیوٹر ایڈیشن آیا چاہتا ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے ایک سو سال قبل ’’اشاعۃ السنۃ‘‘ میں قادیانیوں کے خلاف جو تحریر فرمایا اس کی جمع ترتیب مکمل ہو کر کمپوزنگ ہو رہی ہے۔ یوں کام آگے بڑھا چلا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ نسبت قائم ہے۔

☆☆..........☆☆

بقیہ:...... حاجی بشیر احمد میمن کا وصال

گھر واپس آئے تو انہیں ڈرپ لگائی گئی، کمزوری بے حد تھی۔ افطاری کے بعد اچانک الٹیاں شروع ہوگئیں فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا، اس دوران بھی کلمے کا ورد جاری رکھا۔ فجر کے وقت سے کچھ پہلے اپنی جان خالقِ حقیقی کے حوالے کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والد صاحب کی داستان حیات کا ورق ورق محبت الٰہی کے رنگوں سے سجا تھا۔ زندگی کے ہر رنگ میں درویشی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ان کی عاجزی، انکساری اور سادگی کے گواہ تو ان کے حلقۂ احباب ہیں، اپنی ذات میں انجمن تھے اور ہمارے لئے ایک شجرِ سایہ دار۔‘‘

قومی اقلیتی کمیشن میں

قادیانیوں کی نمائندگی کا معاملہ

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

گزشتہ دنوں قادیانیوں کو قومی اقلیتی کمیشن میں نمائندگی دینے یا کسی قادیانی کو کمیشن کا رکن بنانے کی خبریں منظر عام پر آئیں تو اس پر ملک بھر میں تشویش پیدا ہوگئی کہ یہ قادیانیوں کو چور دروازے سے مین اسٹریم میں داخل کرنے کی سازش ہوسکتی ہے۔اس پر اعتراضات وخدشات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور ہم نے بھی اس کالم میں تحفظات کا اظہار کیا، چنانچہ وفاقی کابینہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ کسی قادیانی کو اقلیتی کمیشن کا ممبر نہیں بنایا جارہا۔یہ اعلان دینی حلقوں کے لئے اطمینان کا باعث بنا اور عمومی طور پر اس کا خیر مقدم کیا گیا مگر اسلام آباد کی ”شہداء فاؤنڈیشن“ نے اسلام آباد ہائیکورٹ میں قادیانیوں کو قومی اقلیتی کمیشن میں نمائندگی نہ دینے کے فیصلے کو چیلنج کر دیا اور باضابطہ رٹ دائر کی جس سے تشویش و اضطراب کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا کہ جب مسئلہ نمٹ گیا تھا تو از سرِ نو اسے دوبارہ کیوں چھیڑا گیا ہے۔

اس پر باہمی مشاورت کے ساتھ ”مجلس احرار اسلام پاکستان“ نے کیس میں باقاعدہ فریق بننے کا فیصلہ کر لیا تاکہ اگر کیس میں کوئی الجھاؤ والی بات نظر آئے تو اسے اعتماد کے ساتھ سنبھالا جا سکے۔ چنانچہ ۴ رجون کو جس روز اسلام آباد ہائیکورٹ نے مذکورہ بالا رٹ کو سماعت کے قبول کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کا اعلان کرنا تھا، ”عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت“ اور ”مجلس احرار اسلام پاکستان“ دونوں کی قیادت اسلام آباد ہائیکورٹ میں کیس کی سماعت کے دوران موجود تھی تاکہ اگر رٹ کو سماعت کے لئے منظور کر لیا گیا تو وہ اس میں باقاعدہ فریق بننے کی درخواستیں دے سکیں، مگر اسلام آباد ہائیکورٹ نے اس وضاحت کے ساتھ یہ رٹ کو ناقابل سماعت قرار دے کر خارج کر دیا کہ اگر قادیانیوں کو قومی اقلیتی کمیشن میں شامل نہیں کیا گیا تو کسی اور کی بجائے متاثرہ فریق ہونے کی وجہ سے یہ کیس خود انہیں لڑنا چاہئے۔

ہائیکورٹ کے اس فیصلے پر اطمینان کا اظہار کیا گیا مگر تازہ ترین خبر کے مطابق جس فریق کی رٹ خارج کی گئی ہے اس نے مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل حاجی عبداللطیف چیمہ کے خلاف اسلام آباد تھانہ میں مقدمہ درج کرا کے محاذ آرائی کو جاری رکھنے کا عندیہ دیا ہے جس سے معاملات نیا رخ اختیار کرتے نظر آرہے ہیں، جبکہ کچھ نظریں پردۂ غیب کی طرف بھی اٹھنا شروع ہوگئی ہیں کہ دیکھیں اس کے پیچھے سے کیا نمودار ہوتا ہے؟

ہمارے خیال میں اس صورتحال کے پس منظر میں باقاعدہ ایک سوچ کام کر رہی ہے جس کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینا ضروری ہوگیا ہے کہ جب قادیانیوں کو قومی اقلیتی کمیشن میں شامل کیا جا رہا تھا تو اس کا ظاہری مطلب یہ بنتا تھا کہ سرکاری طور پر قادیانیوں کو اقلیت کا درجہ دے دیا گیا ہے، اور یہ قادیانی مسئلہ کے حل کی ایک صورت ہوسکتی تھی جس کا دروازہ خواہ مخواہ بند کر دیا گیا ہے۔مگر ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم اس کالم میں پہلے بھی عرض کر چکے ہیں، یہ محض ایک مغالطہ ہے کیونکہ قومی اقلیتی کمیشن میں کسی قادیانی کو ممبر بنانے سے قادیانیوں کی نمائندگی تب بنتی:

☆......جب قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا کہ یہ ہمارا حق بنتا ہے، ہمیں نمائندگی دی جائے۔

☆......یا کم از کم کمیشن میں نمائندگی کے لئے قادیانی جماعت سے باضابطہ پوچھا جاتا کہ یہ نمائندگی ان کا حق بنتا ہے اس لئے وہ اپنا کوئی نمائندہ نامزد کر دیں تاکہ اسے ممبر بنایا جا سکے۔

قادیانیوں کی درخواست، یا ان سے پوچھے بغیر کسی کو ان کا نمائندہ بنا دینا ویسے بھی نمائندگی کے اصول کے خلاف ہے اس لئے کہ اپنا نمائندہ مقرر کرنے کا حق اسی کا ہوتا ہے جس کی اس نے نمائندگی کرنی ہے۔ مثلاً کسی صاحب نے کسی اجلاس میں ”پاکستان شریعت کونسل“ کی نمائندگی کرنی ہے تو ان کا تعین کونسل خود کرے گی، اجلاس والے حضرات کسی کو از خود کونسل کا نمائندہ قرار

دے کر اجلاس کے فیصلوں میں شریک کر لیں تو یہ بات عقل اور منطق کے خلاف ہوگی۔ اس لئے قادیانی جماعت کی اپنی درخواست یا اس سے پوچھے بغیر کسی قادیانی کو قومی اقلیتی کمیشن کا ممبر بنا دینا باقی تمام باتوں سے قطع نظر خود نمائندگی کے مسلمہ اصول کے بھی خلاف بات تھی، جیسا کہ اسلام آباد ہائیکورٹ کے معزز جج نے یہی کہا ہے کہ اگر قادیانیوں کا حق تلف ہوا ہے تو اس کی بات خود انہیں کرنی چاہئے۔ اور اسی وجہ سے وفاقی کابینہ کی طرف سے سامنے آنے والی پہلی بات پر اعتراض کیا گیا کہ قادیانی جب تک دستور کو تسلیم نہیں کرتے اور دستور و قانون کے مطابق اپنی اقلیت کی حیثیت کو باضابطہ قبول نہیں کرتے، کسی قادیانی کو حکومت کی طرف سے ازخود کمیشن کا ممبر بنانا غلط بات ہے، جس کا وفاقی کابینہ نے بروقت احساس وادراک کر کے کسی مزید تاخیر کے بغیر اعلان کر دیا کہ کسی قادیانی کو قومی اقلیتی کمیشن کا ممبر نہیں بنایا جا رہا۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی قادیانی قومی اقلیتی کمیشن کا ممبر بن جاتا تو یہ انہیں سرکاری طور پر اقلیت قرار دینے کے مترادف ہوتا، مگر ہم اس کالم میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ بھٹو مرحوم کے دور میں اس کا تجربہ کیا گیا تھا جو ناکام ہو گیا تھا۔ وہ اس طرح کہ ایک قادیانی کو قومی اسمبلی، اور ایک کو صوبائی اسمبلی کا ممبر بنوایا گیا تھا، مگر قادیانی جماعت نے انہیں اپنا نمائندہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور دو ٹوک کہہ دیا تھا کہ جب وہ دستور کے اس فیصلہ کو ہی نہیں مانتے جس میں انہیں اقلیتوں میں شمار کیا گیا ہے تو وہ کسی قادیانی کو اقلیتی سیٹ پر اپنا نمائندہ کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟

ان وضاحتی گزارشات کے ساتھ ہم تمام حلقوں سے یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ خدارا کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کیا جائے جس سے قادیانیوں کے بارے میں امت کا اجتماعی موقف اور محاذ متاثر ہو اور چور دروازے سے کسی قادیانی کو اپنی صفوں میں شامل کرنے کی کوئی مہم کامیاب ہو سکے۔

(روزنامہ اسلام لاہور، ۱۱رجون ۲۰۲۰ء)

خاتم النبیین لازمی لکھنے پڑھنے کی قرارداد

علماء کرام کا سندھ اسمبلی سے اظہارِ تشکر

اسلام آباد، کراچی، ملتان (خصوصی رپورٹر خبر ایجنسیاں) علماء کرام نے سندھ اسمبلی میں خاتم النبیین لازمی لکھنے پڑھنے کی قرارداد کا خیر مقدم کیا ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے راہنماؤں مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا انوار الحق، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا امداد اللہ یوسف زئی، مولانا قاری عبدالرشید، مولانا محمد خالد، مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان، مفتی محمد نعیم، مولانا عبدالقدوس محمدی اور مولانا طلحہ رحمانی نے سندھ اسمبلی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ خاتم النبیین لکھنے کی قرارداد منظور ہونے کا خیر مقدم کیا اور اس بات کی ضرورت پر زور دیا کہ اس قرارداد کو باقاعدہ قانونی شکل دی جائے اور اسے صرف سندھ ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں نافذ کیا جائے اور اس کی روح کے مطابق اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔ وفاق المدارس کے قائدین نے کہا کہ یہ قرارداد عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا ذریعہ بنے گی اور اس کے ذریعے بہت سے فتنوں کی روک تھام ہو سکے گی۔ وفاق المدارس کے قائدین نے سندھ اسمبلی کے جملہ اراکین بالخصوص قرارداد پیش کرنے اور اسے منظور کروانے کے سلسلے میں کردار ادا کرنے والوں کو مبارکباد دی اور کہا کہ ان کا یہ عمل ان کے لئے نجات اور شفاعت نبوی کے حصول کا ذریعہ ہوگا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر استاذ المحدثین مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امراً مولانا خواجہ عزیز احمد، مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی، ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عبدالنعیم، مولانا وسیم اسلم، مولانا محمد انس نے قرارداد کے محرک رکن سندھ اسمبلی محمد حسین اور قرارداد کی تائید کرنے والے صوبائی وزیر اطلاعات سیّد ناصر حسین شاہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے تمام اراکین خواہ ان کا تعلق حزب اقتدار سے ہو یا حزب اختلاف سے ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہدیۂ تبریک پیش کیا ہے۔ علماء کرام نے کہا کہ یہ اقدام عاشقان مصطفیٰ کی بڑی کامیابی ہے، جس کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی ہوئی، ہم نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان دونوں کی حفاظت کرنا اپنا دینی مذہبی اور قومی فریضہ سمجھتے ہیں... (روزنامہ اسلام کراچی ۱۷رجون ۲۰۲۰ء)

کوئٹہ تحریک ختم نبوت کے بزرگ راہنما

حاجی نعمت اللہؒ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے

مولانا عبدالعزیز لاشاری

بلوچستان ہمارے پاکستان کا پسماندہ صوبہ ہے، لیکن اللہ پاک نے اس کے اندر سونا، چاندی، کوئلہ، تیل جیسی معدنیات کا ذخیرہ وافر مقدار میں رکھا ہے۔ بے شک رقبہ کے لحاظ سے بڑا صوبہ ہے، مگر آبادی کے لحاظ سے چھوٹا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں کے دوسرے گرو مرزا محمود نے دعویٰ کیا کہ اس پسماندہ صوبہ کو ہم جلد ہی قادیانی بنالیں گے، کوئٹہ میں اپنا مرکز بنایا ادھر اکابر ختم نبوت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھریؒ نے یہاں کے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لئے صوبہ بھر میں تبلیغی دورے کئے، یہاں کی دینی قیادت نے سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانیوں کے گندے عقیدے اور بُرے عزائم سے خبردار کیا، مسلمانوں نے قادیانیوں کی سرگرمیوں میں نگاہ رکھی، ان کے اس منصوبہ کو نام بنا کر رکھ دیا۔

کوئٹہ میں ۱۹۴۹ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی گئی اور دفتر قائم ہوا، جماعت کو کارکن ملتے گئے رضا کار ملتے گئے، کارواں بنتا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں مبلغ ختم مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کی تعیناتی بطور مبلغ کوئٹہ میں ہوئی۔ مولانا نے شہر بھر میں سے چن چن کر ایسے فعال اور مخلص لوگ تلاش کئے ان کی تربیت کی انہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاز کے لئے تیار کیا، ان مخلص ساتھیوں میں سے ایک حاجی نعمت اللہؒ عرف کالے خان بھی تھے۔ حاجی صاحب بچپن ہی سے صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ اہلِ علم طبقہ کے قدردان تھے، جماعت میں آنے کے بعد مجلس کے معزز راہنماؤں میں شمار ہونے لگے، آپ ختم نبوت کے مشن کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے، جماعت کے امیر بزرگ راہنما مولانا منیر الدینؒ کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا رنگ بھی ان پر چڑھ گیا۔ زندگی بھر چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں قافلے لے کر شرکت کرتے رہے۔ کوئٹہ شہر اور بلوچستان بھر میں ختم نبوت کے پروگرام منعقد کرانے میں اہم کردار سرانجام دیتے رہے۔ بہادر اور جری آدمی تھے، کوئٹہ شہر میں قادیانیوں کی ہر حرکت پر نظر رکھتے تھے۔

ایک دفعہ قادیانیوں نے غیر قانونی حرکت یہ شروع کردی کہ اپنے سینے پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر بازاروں اور شہر کے اہم مقامات پر پھرنے لگے، جب کوئٹہ کے ساتھیوں کو معلوم ہوا تو حاجی نعمت اللہ کی تحریک پر ایک ایک قادیانی کو پکڑ کر قانون کے حوالے کیا، ان کو عدالت سے سزا دلوائی۔

کوئٹہ میں مجلس نے اپنا ذاتی دفتر خریدنے کا فیصلہ کیا تو اس اللہ کے نیک بندے نے دن رات فنڈ کے لئے محنت کی اور دفتر خرید لیا گیا۔ روزانہ دفتر میں حاضری دیتے اور جماعت کے مبلغین اور کارکن ساتھیوں میں جماعت کے کام کو مزید ترقی دینے کی فکر پیدا کرتے۔ دفتر میں آنے والے بزرگوں کا استقبال کرتے۔ مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ کے تو آپ شیدائی تھے، مرکزی حضرات میں حضرت خواجہ خان محمدؒ، مولانا اللہ وسایا دامت برکاتہم، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کے دل و جان سے قدردان تھے، بڑھاپے اور بیماری، سردی گرمی میں جماعتی کام کے لئے کبھی ہمت نہیں ہاری۔

۲۰ر مئی ۲۰۲۰ء، مطابق ۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ء دو بجے دن دفتر کوئٹہ کے ساتھی حافظ حمزہ ملوک نے فون کیا کہ حاجی صاحب اچانک اللہ کو پیارے ہوگئے، خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا، اللہ کی شان نرالی کہ مئی ۲۰۰۸ء میں ان کا جواں سال بیٹا کامران اللہ کو پیارا ہوا، مئی ۲۰۲۰ء میں ٹھیک ۱۲ سال بعد حاجی صاحب بھی چلے گئے۔ ۲۶ر رمضان المبارک کی شام میں مولانا قاری عبدالرحمٰن رفیق امیر جمعیت علماء اسلام کوئٹہ کی امامت میں نماز جنازہ ہوا، شب قدر کی بابرکت رات اپنی قبر میں جا کر گزاری، ایسے نیک لوگوں کی کامیاب زندگی کے فیصلے ان کی موت اور جنازے ہی کیا کرتے ہیں۔

حاجی نعمت اللہ ۱۹۴۵ء میں مردان پشاور کے مضافات میں عبداللہ خان کے ہاں پیدا ہوئے۔

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

سندھ اسمبلی کی ختم نبوت سے متعلق قرارداد

ایک تاریخی پیش رفت

مولانا محمد حنیف جالندھری

سندھ اسمبلی کے ایک سعادت مند رکن محمد حسین خان نے سندھ اسمبلی میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک قرارداد پیش کی۔ سب سے پہلے اس قرارداد کا متن ملاحظہ کیجئے:

’’اس ایوان کی رائے یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس پر ہم سب مسلمان قربان ہونے کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں۔

میں اس معزز ایوان میں درج ذیل قرارداد پیش کرتا ہوں کہ بطور مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، خاتم النبیین، امام المرسلین، امام الانبیاء، رحمت للعالمین، نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد اب کوئی بھی نبی، رسول یا پیغمبر کسی بھی صورت میں دنیا میں نہیں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ لہٰذا صوبہ سندھ میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جب بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور مقدس نام مبارک آئے تو اس کے ساتھ خاتم النبیین ضروری طور پر لکھا اور پڑھا جائے۔

یہ ایوان مطالبہ کرتا ہے کہ ابلاغ کے تمام ذرائع جیسا کہ کتابوں، اخباروں، جرائد ،رسائل، درسی کتابوں، ٹیلی ویژن، ریڈیو، تمام سرکاری خط و کتابت، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر جب بھی آنحضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے تو اس کے ساتھ خاتم النبیین ضروری طور پر لکھا اور پڑھا جائے۔‘‘

اس قرارداد کا ایک ایک لفظ ایمان افروز اور فکر انگیز ہے۔ یہ قرارداد محض ایک قرارداد نہیں بلکہ تاریخ کا ایک قرض چکانے کی کوشش ہے...... یہ قرارداد تاریخ رقم کرنے کا ذریعہ ہے دراصل اس قرارداد کو پڑھتے ہوئے صرف اس کے الفاظ کو پیش نظر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اس کا پس منظر بھی سامنے رہنا چاہیے...... بدقسمتی سے ہم اس خطے سے تعلق رکھتے ہیں جس خطے سے فتنہ قادیانیت نے جنم لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج وتخت ختم نبوت پر ڈاکہ زنی کی جسارت کی گئی...... واقعہ تاریخ کا ایک بہت افسوسناک سانحہ ہے...... برصغیر میں کسی کا دعویٰ نبوت کرنا ہی اس خطے کی بدقسمتی کے لئے کافی تھا لیکن ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ انگریز کی چھتری تلے یہ فتنہ پھلتا پھولتا رہا...... پروان چڑھتا رہا...... اور اب برسوں بعد صورتحال یہ ہے کہ وقفے وقفے سے عقیدہ ختم نبوت پر وار کیا جاتا ہے...... منکرین ختم نبوت کو تحفظ دینے والوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے...... ہماری دانست میں اسلام دشمن اگرچہ ٹیسٹ کیس کے طور پر وقفے وقفے سے مسلمانوں کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل عقیدہ ختم نبوت کو ہدف بناتے ہیں لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ دراصل تکوینی طور پر بار بار عقیدہ ختم نبوت کا سبق نئی نسل کو پڑھانے کے لئے یہ خدائی انتظام ہے...... قیام پاکستان کے بعد کی صورتحال کو سامنے رکھیے! سب سے پہلے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلی...... ہزاروں کی تعداد میں عاشقان مصطفی نے اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج وتخت ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں نچھاور کیں...... دنیا بھر میں ختم نبوت کا مسئلہ واضح ہوا...... وہ تحریک، منکرین ختم نبوت کی غنڈہ گردی اور ہمارے شہر ملتان کے بچوں پر چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ان کے تشدد کے نتیجے میں چلی اور اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے پاکستان کی پارلیمنٹ سے مکمل تحقیق اور جرح کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا...... تحریک کے دس سال بعد یعنی ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس پاس کیا گیا جس

میں قادیانیوں کو شعائر اسلام اور اسلامی اصطلاحات وعلامات استعمال کرنے سے روکا گیا...... پاکستان کے قیام سے لے کر ۱۹۸۴ء تک جونسل پروان چڑھی اس کے سامنے مسئلہ ختم نبوت بار بار آتا رہا...... ہر بار ختم نبوت کا سبق تازہ ہوتا رہا...... بار بار فتنہ قادیانیت کی سنگینی سے آگاہی ہوتی رہی، لیکن ۱۹۸۴ء کے بعد جونسل پروان چڑھی اس کے سامنے عقیدہ ختم نبوت، مسئلہ ختم نبوت، فتنہ قادیانیت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اس طرح واضح نہ تھا جیسا کہ اس سے پہلے واضح تھا، سواب اللہ رب العزت کا انتظام ہے کہ کسی نا کسی بہانے سے یہ مسئلہ تازہ ہو جاتا ہے...... لوگوں کو شعورِ ختم نبوت عطا ہوتا ہے...... عشق رسالت کو مہمیز ملتی ہے...... پھر سے بیدار اور خبردار ہو جاتے ہیں...... اور سب سے زیادہ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ یہ مسئلہ صرف مسجد و مدرسہ اور منبر ومحراب تک محدود نہیں رہتا بلکہ کبھی بیوروکریسی کی دنیا میں، کبھی سڑکوں اور بازاروں میں، کبھی تعلیمی اداروں میں، کبھی اسمبلیوں میں اس مسئلے کی گونج سنائی دیتی ہے...... ابھی مسئلہ ختم نبوت کی تازہ ترین گونج سندھ اسمبلی میں سنائی دی ہے...... ہمارے قابل فخر بھائی محمد حسین کوئی مولوی نہیں، کسی مذہبی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے لیکن اللہ رب العزت نے انہیں ذریعہ بنا دیا...... اس سے قبل پنجاب اسمبلی کے مجاہد اسپیکر چودھری پرویز الٰہی پوری ایمانی غیرت کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کر چکے...... پنجاب اسمبلی کے ہی مردِ مومن رکن اور صوبائی وزیر حافظ عمار یاسر چندروز قبل ایک بڑی جامع قرارداد پیش کر چکے...... چوہدری پرویز الٰہی، حافظ عمار یاسر، برادر محمد حسین کے ذریعہ مسئلہ ختم نبوت کو اجاگر ہوتا دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے...... اللہ رب العزت کی قدرت اور حسن انتظام پر حیرت ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت تکوینی طور پر کیسا انتظام فرماتے ہیں؟ موقع پر میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے تمام عناصر جو کسی بھی پردے کے پیچھے چھپے ہوں، اندرون یا بیرون ملک کسی بھی جگہ بیٹھے ہوں اور قادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کسی قسم کے مذموم عزائم رکھتے ہوں انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وطن عزیز میں ان کے مقاصد کی تکمیل کی ان شاء اللہ کوئی صورت نہیں اور ان کا ہر وار الٹا پڑے گا اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام پہلے سے زیادہ مستعد اور بیدار ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمام متعلقہ لوگوں کی توجہ اس طرف بھی مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ سندھ اور پنجاب اسمبلی میں پیش کی گئی قراردادوں کی روح کے مطابق باقاعدہ قانون سازی کی ضرورت ہے اور اس بات کا اہتمام اور التزام کرنے کی ضرورت ہے کہ کسی طرف سے بھی عقیدہ ختم نبوت پر وار نہ کیا جاسکے اور مسلمانوں کی متاع ایمان اور متاع دل و جان کو لوٹنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکے...... عقیدہ ختم نبوت کی پہرے داری کی سعادت حاصل کرنے والوں، ان کی حمایت و تائید کرنے والوں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرنے والوں کو ایک دفعہ پھر خراج تحسین...... اللہ رب العزت ان کا ہر میدان میں حامی وناصر ہو، آمین!

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۰ رجون ۲۰۲۰ء)

بقیہ: حاجی نعمت اللہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے

۱۹۶۰ء میں کاروبار کے سلسلہ میں کوئٹہ میں آئے، پھر کوئٹہ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ جنازہ میں شہر بھر کی دینی قیادت، تمام مذہبی جماعتوں کے بزرگانِ دین، مدارس کے علماء کرام اور طلباء، عزیز رشتہ داروں اور حاجی صاحب کے عقیدت مند ساتھیوں نے بھرپور شرکت کی۔

ملک بھر کے دینی مدارس کے حاجی صاحب معاون تھے، جن جن حضرات کو حاجی صاحب کے انتقال کی خبر ہوئی سب نے دعا کی، اُن کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآنی بھی کی۔ میزان چوک کے پاس کٹ پیس مارکیٹ میں حاجی صاحب کی کپڑے کی دکان تھی، حاجی صاحب کی وجہ سے دکان پر دین دار دوستوں اور علماء کا ہجوم ہوتا تھا، اب وہ رونق بھی ختم ہوگئی۔ مفتی جمیل خان شہیدؒ کو جب کوئٹہ شہر میں اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ کھولنے کی ضرورت پڑی تو جہاں حضرت حاجی سیّد شاہ محمد آغا کی محنت تھی، وہاں حاجی نعمت اللہؒ کی قربانی بھی شامل تھی۔ حاجی صاحب نے پسماندگان میں ایک بیوہ، ایک لڑکا عمران اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ اللہ پاک حاجی صاحب کے خاندان، بیٹے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے ساتھیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیانیوں کے سوالات کے جوابات

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

دوسری قسط

قادیانی سوال نمبر۴:

جو علماء ۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں بیٹھے تھے وہ یا ان کے بزرگ جناح صاحب کو قائداعظم کی بجائے کافراعظم قرار دے چکے تھے۔ اگر آپ کو ان کا فتویٰ ہمارے خلاف قبول ہے تو کیا آپ محمد علی جناح صاحب کے خلاف کفر کا فتویٰ آج بھی قبول کرتے ہیں؟

جواب:

”۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں جو علماء بیٹھے تھے وہ یا ان کے بزرگ جناح صاحب کو قائداعظم کی بجائے کافراعظم قرار دے چکے تھے۔“ ۱۹۷۴ء کی اسمبلی کے ممبران علماء کے بزرگوں نے قائداعظم کو کافراعظم کہا۔ یہ اتنا بڑا قادیانیوں کا جھوٹ ہے جتنا بڑا ملعون قادیانی کا دعویٰ نبوت جھوٹ تھا۔ جھوٹے مدعی نبوت کے ماننے والوں سے اس قسم کے سفید جھوٹ کی ہی توقع کی جاسکتی ہے۔ سیاہ دلی سے سفید جھوٹ پیٹ بھر کر بولنا قادیانیوں کی دماغی کیفیت جس سے وہ دوچار ہیں اس کا اظہار ہے۔ لیجئے سوال فرمایا ہے تو جواب سنئے۔

فقیر کی معلومات کی حد تک جناب قائداعظم مرحوم کے متعلق دو اشخاص نے یہ بدزبانی کی۔ ایک نے تو قول سے، دوسرے نے فعل وقول دونوں سے۔ قول سے یہ بدزبانی کرنے والا مظہر علی اظہر جو خود قائداعظم کا ہم عقیدہ تھا۔ اسے باقی مسلمانوں یا مسلمان جماعتوں کا اس بات میں نمائندہ قرار دینا قادیانیوں کی تاریخی بددیانتی ہے۔ اس بات میں مظہر علی اظہر کا کوئی نمائندہ یا اسے بزرگ ماننے والا شخص ایک بھی قومی اسمبلی میں موجود نہ تھا۔ قادیانی جھوٹ بول کر کذاب اعظم قادیانی کے امتی ہونے کا حق کذب ادا کر رہے ہیں۔ کذب کی سیاہی نے ان قادیانیوں کے دل، زبان، چہرہ کی کیفیت کو ایک کر دیا ہے۔ مانا کہ اس وقت مظہر علی اظہر مجلس احرار کے سیکرٹری جنرل تھے۔ لیکن یہ اس کی ذاتی رائے تھی۔ تاریخ گواہ ہے مجلس احرار کے خورد وکلاں، رہنماء وکارکن غرض ایک بھی شخص نے اس کی تائید نہیں کی۔ اس کی شخصی بات کو پوری جماعت کے سر پر منڈھنا قادیانی جماعت اپنے مروڑ پیٹ کو درست کرنے کا علاج سمجھ رہی ہے۔ جب کہ ریکارڈ پر ہے کہ ایک بھی شخص نے اس کی تائید نہیں کی۔ ہاں! یہ بھی تاریخ کی شہادت ہے کہ مجلس احرار کے اپنے زمانہ کے سب سے بڑے خطیب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے علی الاعلان مظہر علی کے منہ پر اس کی تردید کی، روکا، ٹوکا۔ رنجیدگی کا برملا اعلان کیا۔“

(ملاحظہ ہو سیدی وابی ص۱۳۶)

اسی طرح شورش کاشمیریؒ نے لکھا کہ شورش، مولانا حبیب الرحمٰن، ماسٹر تاج الدین، حضرت امیر شریعت سب نے مظہر علی کی اس بات کا برا منایا۔ تردید کی، برأت کا اعلان کیا۔ مظہر علی اظہر کو ملامت کی۔ اسے اخلاق کا دیوالیہ پن قرار دیا۔ (بوئے گل ص۲۷۱-۲۷۵)

اس بدزبانی میں شریک دوسرا شخص:

جناب قائداعظم مرحوم کو کافر سمجھنے اور کہنے میں اپنے فعل وقول سے اس پر اصرار کرنے والا کون شخص تھا؟ اور اس کی تائید کرنے والی کون سی جماعت ہے؟ قادیانی کرم فرماؤں سے درخواست ہے کہ سنو! کان کھول کر سنو۔ دل میں تولو، کھوپڑی سے سوچو اور پھر اس ملعون شخص کے ملعون قول وفعل اور اس ملعونیت کی تائید کرنا اور پھر اس تائید پر آج تک مصررہ کر کفر کی زناری کا ثبوت مہیا کرنے والے کون ہیں؟ تھامئے سینہ کہ حقائق بولتے ہیں۔

جناب قائداعظم مرحوم کا جنازہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے لوگوں نے پڑھا۔ قادیانی جماعت کے گرو ظفر اللہ قادیانی نے قائداعظم کا جنازہ نہ پڑھا۔ جب بعد میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ قائداعظم میرے نزدیک مسلمان نہ تھے۔ میں اس کا جنازہ کیسے پڑھتا؟ ملعون قادیان مرزا کو نہ ماننے کی بنیاد پر قائداعظم کو مسلمان نہ سمجھتے ہوئے اپنے فعل وقول سے یہ ملعونانہ عقیدہ کا حامل کون شخص تھا؟

آج تک اس ظفر اللہ کے اس ملعونانہ فعل کی ایک قادیانی نے تردید نہیں کی۔

تو یہ بدزبانی کرنے والے دو شخص تھے۔ ایک مظہر علی اظہر جس کی کسی مسلمان نے تائید نہ کی بلکہ اس کی جماعت نے بھی اس بات میں اس کی تردید کی۔ دوسرا بدزبان وبدعمل ظفر اللہ قادیانی تھا جو آخر تک اس ملعونیت پر قائم رہا اور اس کی جماعت قادیانی بھی اس ملعونیت میں اس کے ساتھ رہی اور ہے۔ ظفر اللہ خان قادیانی کے ملعونانہ فعل وقول کے ظاہراً باطناً نہاراً جہاراً حامی اور مددگار، قائل وفاعل، پوری قادیانی جماعت ہے۔ میرے خیال میں قادیانی چینل کے اہل کاروں کو بات سمجھ آ گئی ہوگی۔

قادیانی سوال نمبر۵:

کیا آج بریلوی قیادت ہمیں بتانا چاہے گی کہ ان کا فتویٰ آج بھی دیوبندیوں اور اہل حدیث کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا قائم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو آپ ان کے خلاف کیوں آئینی ترمیم نہیں کرواتے؟ اور اگر نہیں ہے تو کیا آپ اپنے امام اور پیشوا کی تعلیمات سے لاتعلقی اختیار کر چکے؟

جواب:

۱...... اسی سے ملتا جلتا سوال کا پہلے جواب ہو چکا۔ جسے اس سوال کا بھی جواب قرار دیا جائے۔ نہیں تو پھر یاد رکھئے کہ اس کا جواب وہی ہے جو قادیانی جماعت کے مناظرین کو قادیانی جماعت کے دوسرے چیف گرو مرزا محمود قادیانی دے چکے ہیں۔ جس کا عنوان ’’سوروں والا حملہ‘‘ ہے۔ ملاحظہ ہو: (خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر۸۹ ص۸ کالم۱،۲، مؤرخہ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء، خطبات محمود ج۱۶ ص۳۶،۳۷)

۲...... پھر بھی آپ لوگ بقول مرزا محمود قادیانی سوروں والے حملہ سے باز نہ آئیں۔ (اس تعبیر سے ہزار بار معذرت لیکن قادیانی نہ بھولیں کہ میرا قصور صرف اسے نقل کرنا ہے۔ اصل یہ اعزاز وتمغہ خدمات انہیں ان کے خلیفہ قادیان نے عنایت فرمایا ہے) تو پھر عرض ہے کہ: اگر دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث فتاویٰ جو باہم دیگر کے خلاف ہیں اس سے کسی کو ملزم کرنا ہے تو پھر مرزائے قادیانی کے ماننے والے لاہوری اور قادیانی ایک دوسرے کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ملاحظہ ہو:

مرزا محمود کا فرمان، لاہوری مرزائی سربراہ کے متعلق ’’کمینگی‘‘:

’’دراصل مولوی محمد علی صاحب کی اس قدر خفگی اور برہمی کی وجہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ الفضل نے میری بیوی پر جاسوسی کا اتہام باندھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک پردہ نشین خاتون پر جاسوسی کا الزام کوئی کم ناپاک الزام نہیں...... اور پھر نہ خود میاں (محمود احمد) صاحب کو میرے لئے اتنی غیرت پیدا ہوئی کہ اس کمینہ تحریر پر دو حروف ہی اسے کہتے۔ نہ جماعت میں سے کوئی شخص بولا۔‘‘ (اخبار پیغام صلح لاہور ج۱۹ ص۴،۵، کالم۳ مؤرخہ ۳؍مارچ ۱۹۳۱ء)

’’مولوی محمد علی صاحب یقیناً اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ اگر پردہ نشین خاتون پر جاسوسی کا الزام لگانا ناپاک فعل ہے جو کمینگی کی حد میں آتا ہے تو پردہ نشین خواتین کی عصمت وعفت پر حرف دھرنا یقیناً بدترین قسم کی کمینگی ہے۔ مگر کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ لوگ جن کے امیر ہونے کا مولوی صاحب کا دعویٰ ہے۔ ان پست فطرت اور بدباطن لوگوں کی جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے خاندان کی مقدس ومطہر خواتین پر طرح طرح کے ناپاک کمینہ بہتان باندھے اور ناپاک حملے کئے نہ صرف بالواسطہ بلکہ براہ راست امداد کرتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ خود مولوی (محمد علی) صاحب ان کو صلاح ومشورے دیتے رہے۔‘‘ (اخبار الفضل قادیان، ج۱۸، نمبر۱۰۹، مؤرخہ۲۱؍مارچ ۱۹۳۱ء)

تاریک، سیاہ دل، محسن کش

’’اے ظالمو! (لاہوری مرزائی) تمہارے دل کیوں اس قدر سیاہ اور کیوں اتنے تاریک ہو گئے کہ تم معمولی باتوں میں بھی امتیاز نہیں کر سکتے۔ اے محسن کشو تم کیوں اتنے پتھر دل اور سرد مہر ہو گئے کہ جس انسان (مرزا) کو اپنا ہادی اور راہنما تسلیم کرتے ہو جس سے روحانی زندگی پانے کا دعویٰ رکھتے ہو اس کے دل سے نکلی ہوئی اور قبول شدہ دعاؤں سے پیدا ہونے والے وجود (مرزا محمود خلیفہ قادیان) کے متعلق ناگفتنی الفاظ استعمال کرتے ہو۔ قریب ہے کہ اس جفا کاری کے بدلے تم خدا کے عذاب میں مبتلاء ہو جاؤ اور جو جھوٹے الزام تم حضرت مسیح موعود کی پاک اولاد پر لگا رہے ہو، وہ تم پر اور تمہاری اولاد پر سچے ہو کر لگیں۔ ذرا اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تمہاری اولادوں کی پہلے ہی کیا حالت ہے۔‘‘ (الفضل قادیان ج۱۲ نمبر۸ ص۵ کالم۱، مؤرخہ۲۹؍جولائی ۱۹۲۴ء)

لاہوری، قادیانی، دونوں اور سنڈا اس کی بو:

’’خود جناب میاں محمود احمد صاحب نے مسجد میں جمعہ کے روز خطبہ کے اندر ہمیں دوزخ کی چلتی پھرتی آگ، دنیا کی بدترین قوم اور

سنڈاس پر پڑے ہوئے چھلکے کہا۔ یہ الفاظ اس قدر تکلیف دہ ہیں کہ ان کو سن کر سنڈاس کی بو محسوس ہونے لگتی ہے۔" (مولوی محمد علی لاہوری مرزائی امیر جماعت لاہور کا خطبہ جمعہ)، (مندرجہ پیغام صلح لاہور ج۲۲ نمبر۳۳ کالم۲ ص۷، مؤرخہ ۳رجون ۱۹۳۴ء، خطبات محمود ج۱۳ص۱۳)

مرزا قادیانی کے اخلاق عالیہ کا پرتو ان کی جماعت کے دونوں دھڑوں پر:

"فاروق، جناب خلیفہ قادیان کے ایک خاص مرید کا اخبار ہے۔ جناب خلیفہ صاحب کئی مرتبہ اس کی خدمات کے پیش نظر اس کی توسیع اشاعت کی تحریک فرما چکے ہیں۔ سوقیانہ تحریریں شائع کرنے اور گالیاں دینے کے لحاظ سے اس اخبار کو قادیانی پریس میں بہت اونچا درجہ حاصل ہے۔ جماعت لاہور اور اس کے اکابر کو گالیاں دینا اس اخبار کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ اس کی ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں ہمارے (لاہوری مرزائیوں کے) خلاف چند مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان میں بے شمار گالیاں دی گئی ہیں۔ جن میں سے چند بطور نمونہ درج ذیل کی جاتی ہیں۔ (اخبار پیغام صلح لاہور ج۲۳ نمبر۱۷ ص۲، مؤرخہ ۱۱رمارچ ۱۹۳۵ء)

(۱) لاہوری اصحاب الفیل۔ (۲) اہل پیغام کی یہودیانہ قلابازیاں۔ (۳) ظلمت کے فرزند اور زہریلے سانپ۔ (۴) لاہوری اصحاب الاخدود۔ (۵) خباثت اور شرارت اور رذالت کا مظاہرہ۔ (۶) دشمنان سلسلہ کی بھڑکی ہوئی آگ میں یہ پیغامی (لاہوری فریق) عباد الدنیا وقود النار بن گئے۔ (۷) نہایت ہی کمینہ سے کمینہ اور رذیل سے رذیل فطرت والا اور احمق سے احمق انسان۔ (۸) اصحاب اخدود پیامی۔ (۹) دوغلے اور نیچے بروں عقائد۔ (۱۰) بدلگام پیغامیو۔ (۱۱) حرکات دنیہ اور افعال شنیعہ۔ (۱۲) محسن کشانہ اور غدارانہ اور نمک حرامانہ حرکات۔ (۱۳) دورخے سانپ کی کھوپڑی کچلنے۔ (۱۴) تم نے اپنے فریب کارانہ پوسٹر میں...... تک انگیخت اور اشتعال کا زور لگا لیا۔ (۱۵) فوراً کپڑے پھاڑ کر بالکل عریانی پر کمر باندھ لی۔ (۱۶) ایسی کھجلی اٹھی تھی۔ (۱۷) رذیل اور احمقانہ فعل۔ (۱۸) کبوتر نما جانور۔ (۱۹) احمدیہ بلڈنگ (لاہوری جماعت کے مرکز کے؟ کرمک۔ (۲۰) اے سترے بہترے بڈھے کھوسٹ۔ (۲۱) اے بدلگام تہذیب و متانت کے اجارہ دار پیامیو (فریق لاہور)۔ (۲۲) برخوردار پیامیو۔ (۲۳) جیسا منہ ویسی چپیڑ۔ (۲۴) کوئی آلو، ترکاری یا لہسن پیاز بیچنے بونے والا نہیں۔ (۲۵) جھوٹ بول کر اور دھوکے دے کر اور فریب کارانہ بھیگی بلی بن کر۔ (۲۶) لہسن پیاز اور گوبھی ترکاری کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ (۲۷) آخرت کی لعنت کا سیاہ داغ ماتھے پر لگے۔ (۲۸) اگر شرم ہو تو وہیں...... چلّو بھر پانی لے کر ڈبکی لگا لو۔ (۲۹) یہ کسی قدر دجالیت اور خباثت اور کمینگی۔ (۳۰) علی بابا اور چالیس چور بھی اپنی مٹھی بھر جماعت لے کر بلوں میں سے نکل آئے ہیں۔ (۳۱) بھلا کوئی ان پیامی ایروں غیروں سے اتنا تو پوچھے۔ (۳۲) سادہ لوح پیامی فاران دشمن۔ (۳۳) پیامیو عقل کے ناخن لو۔ (۳۴) نامعقول ترین اور مجہول ترین تجویز۔ (۳۵) سادہ لوح اور احمق۔ (۳۶) اے سادہ لوح یا ابلہ فریب امیر پیغام۔ (۳۷) پیغام بلڈنگ کے اڑھائی ٹوٹرو۔ (۳۸) احمق اور عقل وشرافت سے عاری اور خالی۔ (۳۹) اہل پیغام (لاہوری فریق) نے جس عیاری اور مکاری اور فریب کاری سے اپنے دجل بھرے پوسٹروں میں۔ (۴۰) چاپلوسی اور پابوسی کا مظاہرہ۔ (۴۱) اہل پیغام کے دوتازہ گندے پوسٹر" (منقول از اخبار فاروق قادیان پیامی نمبر، مؤرخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء)

قادیانی چینل کے کارکنان کو اپنی جماعت کے ایک دوسرے پر فتوؤں کی اس پڑیا سے شفاء ہو جائے تو بہت مناسب، ورنہ ان کے فرمانے پر نسخہ تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ محمودیت، کمالات محمودیہ، شہر سدوم، ایسی بیسیوں قادیانی جماعت ہی کے افراد کی تصانیف سے جدید نسخہ تجویز کیا جائے گا۔

۴...... دیوبندیوں، اہل حدیث حضرات کے خلاف فتویٰ حاصل کرنے کے پیچھے خود قادیانی سازش کارفرما تھی کہ ان فتاویٰ کے اصل ان کے پاس تھے۔ ملاحظہ ہو (مقدمہ بہاول پور کی روئیداد) یہ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۵ء کی باتیں ہیں۔ فرمائیں گے تو تفصیل کے لئے بھی حاضر ہیں۔

۵...... قادیانیوں نے کہا کہ مرزا قادیانی نبی تھا۔ لاہوریوں نے کہا کہ نبی نہیں تھا۔ اگر مرزا نبی تھا تو اسے نبی نہ ماننے سے لاہوری کافر۔ اگر مرزا نبی نہیں تھا تو غیر نبی کو نبی ماننے پر قادیانی کافر ہوئے۔ کیا قادیانی، لاہوری ایک دوسرے کو کافر قرار دلانے کے لئے آئینی ترمیم کرائیں گے؟ یا وہ اپنے مقتداو پیشوا کی تعلیمات سے لاتعلقی اختیار کر چکے ہیں۔ (جاری ہے)

شعائر اسلام اور قادیانی....

گزشتہ ماہ محترم پروفیسر عبدالواحد سجاد صاحب نے روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے اپنے کالم میں ردِ قادیانیت کے موضوع پر کئی نہایت فکر انگیز اور مدلل کالم سپرد قلم کیے ہیں، جن کی افادیت کے پیش نظر انہیں اپنے قارئین کی خدمت میں بھی پیش کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

تیسری قسط

مسلم معاشرہ جن اسماء، افعال اور مقامات سے پہچانا جاتا ہے انہیں شعائر اسلام کہا جاتا ہے، شعائر کو آپ آسان الفاظ میں علامات اور نشانات کہہ سکتے ہیں، اس سے مسلمانوں کی پہچان ہوتی ہے اور مسلم آبادیوں کی یہ شناخت ہوتے ہیں۔ امت مسلمہ کے شعائر میں کعبہ، مسجد، کلمہ، اذان، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے احکامات اور مقامات شامل ہیں۔ مرزا قادیانی کے پیروکار ان تمام شعائر میں مسلمانوں سے الگ ہیں، کیونکہ وہ عقیدۂ ختم نبوت سمیت اسلام کے کئی بنیادی عقائد کا انکار کرتے ہیں اور خود مرزا غلام احمد قادیانی اس علیحدگی کا قائل تھا۔ مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود ان کے یہ الفاظ نقل کرتا ہے:

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند مسائل میں ہے، آپ (مرزا قادیانی) نے فرمایا: اللہ کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"

(روزنامہ الفضل قادیان، ۳۰ر جولائی ۱۹۳۰ء)

اس اعتراف کے بعد کیا قادیانیوں کا مسلم شعائر کا استعمال کھلی ناانصافی نہیں؟ جب وہ خود مسلم شعائر میں اکثریت کے ساتھ اختلاف کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان شعار کا پرچار کیا انہیں زیب دیتا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قادیانیوں کا عقیدہ کسی ذی شعور سے پوشیدہ نہیں، مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لئے خاتم الانبیاء اور اکمل ترین شخصیت مانتے ہیں جبکہ قادیانی ظلی اور بروزی کی اصطلاحات باطلہ کی آڑ میں مرزا قادیانی کی نبوت کو مانتے ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ظہور کا عقیدہ رکھتے ہیں، ایک ظہور عربی اور دوسرا ظہور ہندی اور مرزا قادیانی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف دوسرا ظہور قرار دیتے ہیں بلکہ اسے (ظہور ہندی کو) پہلے ظہور سے زیادہ کامل قرار دیتے ہیں، مرزا قادیانی کے ایک پیرو نے یہ اشعار پڑھے:

محمد جو اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہو جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(اخبار البدر قادیان، ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

قرآن کے بارے میں مرزا بشیر الدین کلمۃ الفصل صفحہ ۱۷۳ میں لکھتا ہے:

"ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی، مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے، اسی لئے ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ کو بروزی طور پر دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن اتارا جائے۔"

نماز کے حوالے سے مرزا قادیانی اپنی کتاب تذکرہ جسے قادیانی "وحی" قرار دیتے ہیں کے ص:۴۰ طبع دوم میں لکھتا ہے: یاد رکھو کہ جیسے خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے اوپر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر، مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔

مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے، غیر مسلم کی عبادت گاہ مسجد نہیں کہلا سکتی، مسجد کے ساتھ اذان بھی شعائر اسلام میں سے ہے اور قرآن کریم نے سورۂ حج کی آیت ۴۰ میں بیان کیا ہے کہ: "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ...." (اور اگر اللہ بعض کو بعض سے نہ روکتا تو گرا دیئے جاتے تکئے، گرجے اور عبادت

خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جب تم کسی مسجد کو دیکھو یا اذان سنو تو کسی ایک کو بھی قتل نہ کرو۔“ (ابوداؤد)

آپ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: ”جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتا جاتا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔“ (ترمذی)

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد اسلامی شعائر میں سے ہیں، اگر قادیانی یا کسی دوسرے غیر مسلم کو ایسی عبادت گاہ بنانے کی اجازت ہو جسے وہ مسجد کا نام دے تو کیا وہاں آنے جانے والے کو مسلمان کہا جاسکے گا؟ چوہدری ظفر اللہ خان کا یہ اعتراف کرنا کہ: ”اگر احمدی مسلمان نہیں، تو ان کا مسجد کے ساتھ کیا واسطہ؟“ (تحدیث نعمت، ص:۱۶۲) یہ ثابت نہیں کرتا کہ مسجدیں مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہیں غیر مسلموں کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہوسکتا؟

اگر کافر اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دیں تو اس سے مسلمانوں کا تشخص مجروح ہوتا ہے، قرآن مجید اور تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ سورۂ توبہ میں منافقین کی ”مسجد ضرار“ کا ذکر موجود ہے: ”اور جنہوں نے مسجد بنائی ضد، کفر اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اور گھات اس شخص کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ پہلے سے لڑ رہا ہے اب وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔“ (التوبہ:۱۰۷)

وحی الٰہی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن دخشمؓ اور معن بن عدیؓ کے ذریعے اسے جلادیا۔ یمن میں مشرکین نے کعبہ یمانیہ کے نام سے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا تو حضرت جریر بن عبداللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ۱۵۰ آدمیوں کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے مسمار کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ ہم نے اس عمارت کو خارش زدہ اونٹ کی طرح کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

اسی طرح اذان بھی اسلامی شعائر میں سے ہے اور یہ نماز کے لئے دعوت ہے اور اذان کے لئے قرآن میں نماز کے لئے ”بلاوا“ (آواز) کا نام دیا گیا ہے اور تینوں مقامات پر اہل ایمان کو مخاطب کیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت ۵۸، سورۂ حم سجدہ کی آیت ۳۳، اور سورۂ جمعہ کی آیت ۹ کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے وہ آیات میں ”یاایھاالذین آمنوا“ (اے ایمان والو!) ہے اور حم سجدہ میں ”اننی من المسلمین“ (میں مسلمان ہوں) کے الفاظ اس کی شہادت دیتے ہیں، اب مسلمانوں کے اس امتیازی نشان کی اجازت کسی غیر مسلم کو کیسے دی جاسکتی ہے؟ یہ شعائر امت مسلمہ کے تشخص کے قیام کے لئے ضروری ہیں اور مسلمان دوسری اقوام میں انہی نشانات سے پہچانے جاتے ہیں، اب اگر کوئی غیر مسلم اقلیت ان شعائر اسلامیہ کو خود سے منسوب کرنے پر مصر ہو اور وہ اپنی عبادت گاہ کو مسلمانوں والا نام دے اور عبادت کے لئے بلانے کے لئے اذان کہے اور اس کے لئے الفاظ بھی وہی استعمال کرے جو مسلمانوں کے ہوں تو کیا اسے ”مذہبی آزادی“ اور تشخص کو برباد کرنے کی کوشش ہی قرار پائے گا، جب قادیانیوں کے معتقدات الگ ہیں تو وہ مسلم شعائر کو کیسے خود پر چسپاں کرسکتے ہیں؟ بدقسمتی یہ ہے کہ اگر قادیانی فریب کاری کررہے ہیں تو ہمارے لبرلز اور سطحی علم رکھنے والے بھی حقائق کو جانے بغیر ان کی حمایت کرکے مسلم اکثریت کے تشخص کو دھندلانے میں مصروف ہیں، اسلامی شعائر کے حوالے سے قادیانی طرزِ عمل پر یہی کہا جاسکتا ہے:

دنگ ہوں فریب کاری کے انبار دیکھ کر
چہرے پہ اور چہروں کی بھرمار دیکھ کر

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۷؍مئی ۲۰۲۰ء)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون:32545573

تحریک ختم نبوت پر ایک تاریخی دستاویز

نابغہ وعبقری شخصیت کے مالک حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کو تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ایک جری، دلیر اور تہور پیشہ سپہ سالار کی حیثیت حاصل ہے۔ تقریر وتحریر ہو یا مباحثہ ومناظرہ، دونوں میں انہیں لاثانی خداداد ملکہ حاصل ہے۔ مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف ان کے محبوب ومرغوب مشاغل ہیں۔

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی نئی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' نہایت مبسوط، مدلل، مربوط، جامع اور تحقیقی کتاب ہے۔ **۱۹۳۴ء کی ختم نبوت کانفرنس قادیان سے دسمبر ۲۰۱۹ء تک** تحریک ختم نبوت جن مراحل سے گزرتی رہی، اس کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ کو جمع کردیا گیا ہے۔ دس ضخیم جلدوں کے ساڑھے چھ ہزار صفحات پر مشتمل قریباً ایک صدی کی عشق ومحبت کی داستان لازوال جو ایمان پرور، جہاد آفرین بھی ہے اور حقائق افروز بھی۔ اس کی ترتیب وتہذیب اور تالیف تدوین بڑی عرق ریزی، دقت نظر اور حسن عقیدت سے کی گئی ہے۔ انداز نگارش ایسا سحر انگیز ہے کہ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے جیسے مولانا خود ان تمام حالات وواقعات کے عینی شاہد ہیں۔

یہ کتاب کارکنانِ تحفظ ختم نبوت کے لئے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ایمان پرور واقعات، اکابرین کے ولولہ انگیز خطابات، پس پردہ حقائق، ہوشربا انکشافات، حکمرانوں کی قادیانیت نوازی اور مختلف اعلیٰ عدالتی فیصلوں کا بھرپور تذکرہ ہے، جس کے مطالعہ سے دلوں میں عقیدت ومحبت کی ایک برقی رو دوڑ جاتی ہے۔ دینی غیرت و حمیت کی ایسی پُرسوز وگداز کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ خون جوش مارتا اور آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔ ایسی کیفیات اور احساسات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اس تاریخی کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب کارکنانِ تحفظ ختم نبوت کے لئے انمول سوغات اور سدا بہار گلدستہ ثابت ہوگی۔ مزید برآں اس اہم موضوع پر ریسرچ کرنے والے اسکالرز اور طالب علموں کے لئے بھی چراغ راہ کا کام کرے گی۔

مکمل سیٹ کی رعایتی قیمت صرف 2500 روپے

facebook amtkn313
WWW.AMTKN.COM
ameer@khatm-e-nubuwwat.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

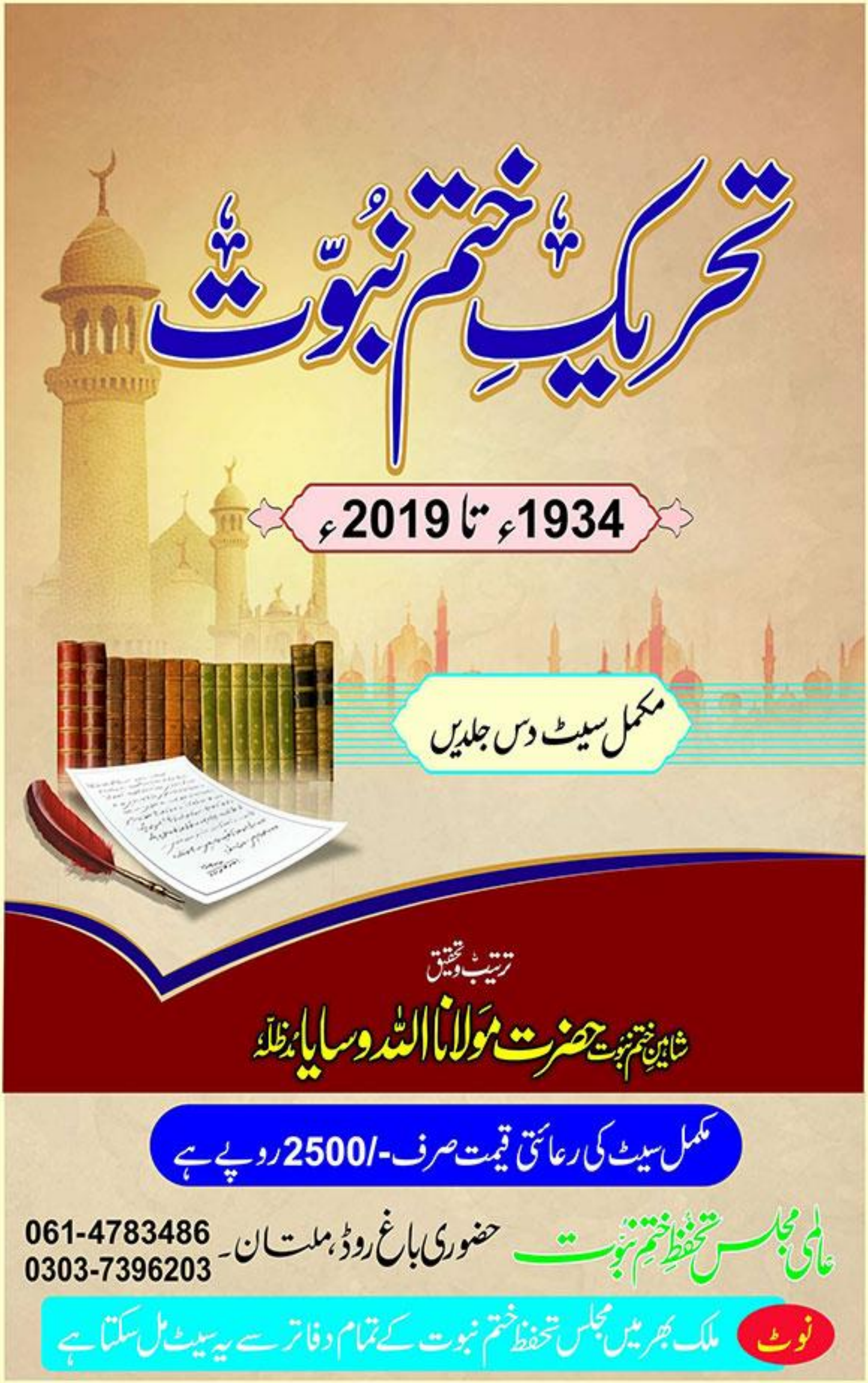

تحریکِ ختمِ نبوّت
1934ء تا 2019ء
مکمل سیٹ دس جلدیں
ترتیب وتحقیق
شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مکمل سیٹ کی رعائتی قیمت صرف -/2500 روپے ہے
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486
0303-7396203
نوٹ
ملک بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے یہ سیٹ مل سکتا ہے